جامعہ عربیہ حسینیہ کا بے باک دینی، علمی، اصلاحی، دعوتی، فکری اور ادبی ترجمان

بیادگار: حضرت مولانا مفتی محمد قربان اسعدی رحمۃ اللہ علیہ

ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاول ۱۴۴۱ھ مطابق نومبر، دسمبر، جنوری ۲۰/۲۰۱۹

سیرت خاص نمبر

بلغ العلیٰ بکمالہٖ
کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ
صلوا علیہ وآلہٖ

ناشر

جامعہ عربیہ حسینیہ (ٹرسٹ) عملہ پور ٹمکور (کرناٹک)

سیرت کا ایک معجزہ

اِللہ اللہ! وہ رسولِ اُمم مولود ہوا کہ اس کے لئے صدہا سال لوگ دعا گو رہے۔ اہل عالم کی مرادوں کی سحر ہوئی۔ دلوں کی کلی کھلی، گمراہوں کو ہادی ملا، گلے کو راعی ملا، ٹوٹے دلوں کو سہارا ملا، اہل درد کو درماں ملا، گمراہ حاکموں کے محل گرے، سالہا سال کی دہکی ہوئی وہ آگ مٹ رہی کہ لاکھوں لوگ اس کو الہٰ کر کے اس کے آگے سر ٹکائے رہے اور رودِ ساوہ ماءِ رواں سے محروم ہوا۔

رسول اللہؐ کے مکرم دادا کو اطلاع ہوئی، وہ اولاد کے ہمراہ گھر دوڑے اور ولدِ مسعود کو گود لے کر اللہ کے گھر گئے اور وہاں آ کر اس طرح دعا کی۔ ''ہر طرح کی حمد ہے اللہ کے لئے کہ اک ولدِ طاہر و مسعود ہم کو عطا ہوا۔ وہ لڑکا کہ گہوارے ہی سے سارے لڑکوں کا سردار ہوا۔ اس لڑکے کو اللہ کے حوالے کر کے اس کے لئے دعا گو ہوں کہ اللہ اس کا سہارا ہو اور وہ اس کو ہر مکروہ امر سے دور رکھے اور اس کو عمر عطا کرے اور حاسدوں سے۔''

(ھادئ عالم مولوی ولی۔ ص۔۴۳)

بیادگار: حضرت مولانا مفتی محمد قربان اسعدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سابق صدر جمعیۃ علماء کرناٹک، بانی و مہتمم جامعہ حسینیہ عملہ پور، ٹمکور

جامعہ عربیہ حسینیہ کا بے باک دینی، علمی، اصلاحی، دعوتی، فکری اور ادبی ترجمان

سہ ماہی

القربان

ٹمکور

شمارہ نمبر: ۴ جلد نمبر: ۱

ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاول ۱۴۴۱ھ مطابق نومبر، دسمبر، جنوری ۲۰/۲۰۱۹

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی سید سلمان صاحب منصور پوری استاذ حدیث مدرسہ شاہی مراد آباد

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا محمد عثمان صاحب اسعدی

مہتمم جامعہ حسینیہ عملہ پور، ٹمکور، خلیفہ حضرت مفتی محمد قربان صاحبؒ والحاج صوفی معین الدین صاحب

مدیر: عبداللہ سلمان ریاض قاسمی

ناشر: جامعہ عربیہ حسینیہ (ٹرسٹ) عملہ پور، ٹمکور (کرناٹک)

Jamia Arabia Husainia (Trust)

Madugiri Road, Amlapur, Tumkur- 06 Karnataka

Mob:9449057758 / 9341378921

فہرست مضامین

نوٹ: مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے!

درس قرآن

شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے
یقیناہم نے تجھے (حوض) کوثر (اور بہت کچھ) دیا ہے (۱) پس تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔(۲) یقینا تیرا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔(۳)

تشریح: ایک بار آپ تھوڑی نیند یا تھوڑی اونگھ کے بعد جاگے تو آپ مسکرارہے تھے تو صحابہؓ نے پوچھا یارسول اللہ آپ کی مسکرانے کی وجہ کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا مجھ پر ایک سورت اتری ہے اور سورہ کوثر کی تلاوت کی اور کوثر کی خوشخبری دی کہ کوثر کیا ہے؟ اس سے کیا مراد (۱) حوض کوثر ہے جو قیامت کے دن آپ کو عطا کیا جائے گا (۲) نہر کوثر جو جنت میں ہے یا (۳) اس سے دنیا اور آخرات کی ساری بھلائیاں مراد ہیں۔ حوض کوثر اور نہر کوثر سے کون لوگ سیراب ہوں گے؟ بخاری ومسلم اور حدیث کی دوسری کتابوں میں ہے کہ خالص قرآن وسنت کی پیروی کرنے والے اس سے سیراب ہوں گے اور کچھ لوگوں کو وہاں سے ہٹادیا جائے گا تو آپ فرمائیں گے کہ یہ تو ہمارے اپنے ہیں تو آپ سے کہا جائے گا آپ کو نہیں معلوم کہ آپ کے انتقال کے بعد انھوں نے دین میں کیسی کیسی تبدیلیاں کیں اور دین کے نام پر کیسی کیسی بدعتیں پیدا کیں یہ سن کر نبیؐ بھی انھیں بھگائیں گے اور کہیں گے کہ دور ہو دور ہو۔ اللہ ہم سب کو دین میں بدعت پیدا کرنے اور بدعت پر عمل کرنے سے بچائے اور دین کی صحیح سمجھ دے اور سنت پر عمل کی توفیق دے۔(آمین) سورۃ الکوثر مکہ میں نازل ہوئی آپ کے صاحبزادے کے انتقال پر کفار مکہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور وہ کہنے لگے اب تو محمد بے نام ونشان ہوا۔ اس دنیا میں ان کا کوئی نہ رہا پھر اللہ نے یہ سورہ نازل کی۔ اس سورہ سے اللہ نے نبی کو تسلی دی اور ایک بہت بڑا انعام دیا کوثر اور کہا کہ تیرے سارے دشمن ہی بے نام ونشان ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ نبی کے خاندان کو حضرت فاطمہؓ کے ذریعہ قیامت تک کے لئے قائم رکھیں گے۔ کوثر کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا دودھ سے زیادہ سفید ہے۔(ابن کثیر)

درس حدیث

عرباض بن ساریہ سے روایت ہے، انھوں نے یہ بیان کیا کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ایک نہایت موثر خطبہ دیا جس سے آنکھیں اشک بار ہوگئیں اور دل کانپ اٹھے۔ مجمع میں سے کچھ اصحاب نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول: یہ تو ایک وداعی خطبہ معلوم ہوتا ہے تو ہمیں کچھ وصیت کیجیے۔ آپ نے فرمایا: میں تمھیں اللہ سے ڈرتے رہنے اور اپنے صاحب امر کی بات ماننے اور اس کی اطاعت کرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں، اگر چہ تمھارا صاحب امر کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تم میں سے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے، وہ اب اور تب میں بڑا فرق محسوس کریں گے تو تم میری سنت کی اور ہدایت یافتہ خلفاے راشدین کی سنت کی پیروی کرنا، اس کو مضبوطی سے تھامنا اور دانت سے پکڑنا اور دین میں جو نئی باتیں گھسائی جائیں، ان سے خبر دار رہنا، کیونکہ ہر ایسی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔(ترمذی، ابوداوٗد)

اداریہ

بقلم مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا محمد عثمان اسعدی مظاہری مدظلہ العالی

آج ملک کے حالات اچھے نہیں ہیں۔خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا جارہا ہے، اس سے ہر شخص پریشان ہے۔ایسے ناگفتہ بہ حالات میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبر و استقلال کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمام انسانیت کے لیے اسوہ اور نمونہ ہے۔ان کی زندگی کے ہر شعبہ میں انسانیت کے لیے ایک کھلا پیغام دیا گیا ہے، انسان چاہے جن حالات کا بھی سامنا کر رہا ہو وہ اگر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی روشنی میں اس کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ ضرور کامیاب اور بامراد ہوگا، نہ اس کو کسی چیز کے چھوٹنے پر غم اور افسوس ہوگا اور نہ کسی چیز کے ملنے پر وہ اترائے گا اور نہ اللہ کو بھول کر زندگی گذارے گا۔ہمارا ملک ہندوستان تاریخ کے نازک ترین دور سے گذر رہا ہے۔روز بروز مسلمانوں کا جینا دوبھر کیا جارہا ہے اور ایسے حالات پیدا کئے جارہے ہیں جس سے اکثریت کے تصور میں یہ قوم ملک مخالف کے طور پر ابھر کر آجائے اور اس کے ناپاک سیاسی فوائد حاصل کیے جائیں۔خصوصاً پچھلے ساڑھے پانچ سالہ دور میں جس طرح کے حالات پیدا کیے گئے وہ ظاہر ہے۔مسلمانوں کے خلاف ایک مخصوص فرقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کے ذہنوں میں زہر بھرنے کی کوشش کی اور ان کو اُکسا کر طرح طرح کے وہ کام کیے جارہے ہیں جس سے انسانیت بھی شرمسار ہوجائے۔ان حالات میں سدھار آنے کے بجائے روز بروز بگاڑ پیدا ہورہا ہے اور اس کے پیچھے چند ایسے عناصر کارفرما ہیں جو اس کو ہوا دے رہے ہیں اور اس کو تقویت دینے کے لیے اپنی آخری کوششیں صرف کررہے ہیں۔

کیا ہم نے کبھی سوچا کہ اس طرح کے حالات کیوں پیدا ہوئے؟ کیا ہم نے کبھی اس پہلو پر غور کیا کہ جو قوم ہمارے دکھ درد میں شریک ہوتی تھی اور انسانیت کے نام پر ایک دوسرے کی مدد کے لیے ہر وقت تیار رہتی تھی جس نے اس ملک کی آزادی کے لیے مسلمانوں کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہوکر ملک دشمن عناصر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور انگریزوں کو یہ ملک چھوڑنے پر مجبور کردیا، انہی لوگوں کی اولاد آج مسلم مخالف کیوں ہوگئی اور دشمنی کی حد یہ ہوگئی کہ کھلم کھلا اس کا اظہار ہورہا ہے اور انہیں ملک چھوڑنے کے لیے کہا جارہا ہے۔اور تو اور وزیر داخلہ امت شاہ جنہوں نے آئین ہند کی قسم لی ہے کہ وہ ہر ایک طبقے کے ساتھ انصاف کریں گے، کسی کے ساتھ بھید بھاؤ کا معاملہ نہیں کریں گے وہ کس طرح کا بیان دے رہے ہیں۔مسلمانوں کے بارے میں ان کی نیت صاف نظر نہیں آرہی ہے۔

غور کریں تو ہمیں اس نتیجہ پر پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی کہ ہم نے اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کوتاہی سے کام لیا، سیرت کا ہمہ گیر پیغام انسانیت کے سامنے پیش نہیں کیا، ہم نے انہیں اسلامی اخلاق سے روشناس کرانے کی کوشش نہیں کی اور خود

اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے سے کتراتے رہے جس کا سب سے بڑا نقصان ہمیں یہ ہوا کہ جو لوگ اپنے تصور کیے جاتے ہیں اور مسلمانوں کی فہرست میں ان کا نام لکھا جاتا ہے، مسلمانوں کے محلہ میں قیام کرتے ہیں لیکن ان کے اعمال مسلمانوں جیسے نہیں ہیں۔ اسلامی افکار کا حامل بننے کے بجائے وہ خود شکوک وشبہات میں پڑ گئے ہیں اور بعض دفعہ ان کی جانب سے سامنے آنے والے بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس اکثریتی قوم کے تہذیب وتمدن سے کس طرح مانوس ہو گئے ہیں اور اس کو اپنی زندگی کا حصہ بنانے میں فخر محسوس کر رہے ہیں۔ لہٰذا ان حالات میں ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری دوہری ہو جاتی ہے۔ ماہِ ربیع الاول کا یہی پیغام ہے کہ ہم بحیثیتِ مسلمان اپنی دعوتی ذمہ داریاں ادا کریں اور اس بات کی کوشش کریں کہ ہمارے کسی بھی فعل سے اسلام اور مسلمانوں کا نام داغدار کرنے کا کوئی موقع فسطائی طاقتوں اور دشمن عناصر کے ہاتھ نہ لگے جو ہماری رسوائی کا سبب بنے۔

قارئین! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ دین ہم تک صحابہء کرام کے ذریعے سے پہنچا ہے۔ صحابہء کرام ہمارے لئے سب کچھ ہیں صحابہ سے محبت ہمارے دین کا ایک حصہ ہے۔ اگر صحابہء کرام کی جماعت کو ہم طعن وتشنیع کا نشانہ بنائیں گے اور ان کے معیارِ حق ہونے میں ذرا بھی شک کریں گے تو ہمارے اعمال کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ اس لئے ہم اپنی زندگی کو صحابہ کی زندگی جیسی بنانے کی کوشش کریں۔

قارئین! اس شمارے میں ربیع الاول کی مناسبت سے سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور حالاتِ حاضرہ کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ اصحاب رسولؐ کی عظمت شان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: اہل بیت کی نظر میں، بہت اہم مضمون ہے۔

اس سے پہلے کا شمارہ قارئین نے ہاتھوں ہاتھ لیا اس کی ہر طرف سے پذیرائی ہو رہی ہے۔ جس سے مجھے حوصلہ ملا اور کام میں دلچسپی پیدا ہوئی۔ میں اپنے رفیق محترم مولانا شمشاد علی قاسمی، مولانا نعمان اسعدی، مفتی مشرف مظاہری، مولانا عادل صاحب قاسمی، حافظ محمد یعقوب صاحب اور حاجی شہاب الدین کا ممنون ہوں کہ ان حضرات نے رسالے کے نکالنے میں خصوصی دلچسپی دکھائی اور اس کے لئے انتھک محنت وجد وجہد سے کام لیا جس کی وجہ سے یہ شمارہ نکالنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اس کا بہترین نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

رسالے کے رجسٹریشن کے سلسلے میں کارروائی جاری ہے۔ انشاء اللہ آپ سب کی دعاؤں سے وہ کام بھی بہت جلد ہو جائے گا۔ قارئین سے گزارش ہے کہ رسالے کے سلسلے میں اپنی قیمتی آراء سے نوازیں۔ شکریہ

محمد عثمان اسعدی

(خادم جامعہ عربیہ حسینیہ عملہ پور، ٹمکور)

سیرت النبیؐ کا انقلابی کردار

مولانا محمد نعمان اسعدی مظاہری، ناظم تعلیمات، جامعہ عربیہ حسینہ عملہ پور

دنیا کی کوئی قوم یا جماعت اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں کر سکتی، جب تک وہ اپنے حقیقی رہبر و رہنما کی حیات سے واقفیت اور عملی مطابقت نہ رکھتی ہو، اس تناظر میں بحیثیت مسلمان ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اپنے اس کامل و اکمل رہنما کی سیرت سے آگہی حاصل کریں کہ جس سے ہمیں زندگی کے ہر پہلو پر مکمل رہنمائی حاصل ہو، اس حوالے سے جب ہم نظر دوڑاتے ہیں تو حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی قدر ہمارے سامنے آتی ہے، قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تمہارے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اچھا نمونہ (عملی کردار) ہے۔

جب تک ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے مکمل واقفیت حاصل نہ کرلیں، تب تک ہم اپنے نظریے اور ایمان کو بھی مکمل طور پر واضح نہیں کر سکتے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ ہی ہمارے نظریے اور ایمان کا عملی مظہر ہے اور حضور کی سیرت مبارکہ ہی ہمارے لیے ایک ایسا نمونہ ہے کہ جس کے ذریعے ہم زمین پر بسنے والی تمام اقوام و ملل کے اقتصادی، سیاسی، اخلاقی اور معاشرتی قوانین حیات کو انسانی بنیادوں پر پرکھ سکتے ہیں کہ وہ انسانوں کے لیے کیوں کر مفید ہیں۔ خواہ وہ اقترابات (اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کرنے کے طریقے) مثلاً نماز، روزہ، عبادات کا مکمل نظام ہو یا ارتفاقات (دنیاوی معاملات کو بہتر انداز میں چلانے کے طریقے) مثلا سیاسیات، اخلاقیات، معاشیات، عائلی زندگی کے قوانین، جنگ و جدل کے اصول اور انسان دوستی و دشمنی کے اصول و قوانین ہوں، الغرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کامل و اکمل ترین شخصیت ہیں کہ جن کی حیات مبارکہ ہمیں زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

دوسرا درجہ آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کامیاب زندگی گزارنے اور دنیاوی واخروی حوالے سے ترقی حاصل کرنے کے جن اصولوں کو دنیا میں متعارف کروایا ہے، ان کو اپنایا جائے، اور منظم اور شعوری جدو جہد کے ساتھ اپنے معاشرے میں ان کو غالب کرنے کی سعی و کوشش کی جائے، اس کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کا عقل مندی اور ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا جائے، ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ سے ہر پہلو پر مکمل رہنمائی حاصل کرنی ہے، وہ خدائے عزوجل سے تعلق قائم کرنے کے حوالے سے عبادات کا مکمل نظام ہو یا قوموں کے نظام ہائے سیاسی و معاشی چلانے ہوں، یا اخوت، ہمدردی اور بھائی چارے کے پھیلانے کا عمل ہو، بجائے اس کے کہ ہم سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو محض چند عبادات تک محدود کر دیں یا محض اقترابات میں مقید کر دیں یا صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریفات کو منشائے حیات بناتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے عملی اور انقلابی کردار کو پس پشت ڈال کر چند میٹھی میٹھی سنتوں کو دین سمجھ بیٹھیں۔

چناں چہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس کامل و اکمل مذہب (فطری قرآنی اصول حیات) کا تعارف کراتے ہیں تو محنت اور جدو جہد سے اس کو اپنے معاشرے میں غالب بھی کرتے ہیں، اور اس سے نتائج اخذ کرتے ہیں، آج ہم سیرت کا مطالعہ تو کرتے ہیں لیکن اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی کوشش نہیں کرتے اور اگر سیرت النبی پر کسی درجے میں عمل کرتے بھی ہیں تو محض رسمی، انفرادی اور غیر شعوری بنیادوں پر، جس کے نتیجے میں ہمارے معاشرے کے اندر اجتماعی حوالے سے کوئی خاطر خواہ تبدیلی پیدا نہیں ہوتی، ہم سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو محض اپنی حد تک انفرادیت میں محدود کر لیتے ہیں جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک ایک پہلو ہمیں اجتماعیت کی دعوت دیتا ہے، کہ علم، سوچ وفکر اور عمل میں ہمیشہ اجتماعیت کو مدنظر رکھا جائے، اسی بنیاد پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کا اگر بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نظریے کے مطابق اپنے معاشرے کے ہر شعبے میں بطور نظام دور رس تبدیلیاں کی ہیں، اور ایک ایسا معاشرہ کہ جس کا تعلق خدا سے کٹ چکا ہے، دنیاوی معاملات میں دھوکہ دہی، چوری، زنا، ظلم و ناانصافی، حقوق کو غصب کرنا اور نسلی بنیادوں پر زبردست امتیاز پایا جاتا ہے، الغرض اقترابات و ارتفاقات کے فطری قوانین حیات زنگ آلود ہو چکے ہیں، ایسے ماحول اور نظام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر ایک انقلاب پیدا کیا، انسانیت کی دبی ہوئی صلاحیتوں کو کام میں لاتے ہوئے عدل و انصاف پر مبنی ایک مثالی معاشرہ تشکیل دیا۔

چناں چہ معلوم ہوا کہ نبوت کا مقصد محض چند عبادات یا چند اخلاقیات کا سبق دینا نہیں ہے، بلکہ معاشرے کے ہر شعبہ حیات میں مکمل طور پر ظلم کے نظام کو ختم کر کے عدل و انصاف کے نظام کا قیام ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی نبوت اور رسالت کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: لقد ارسلنا رسلنا بالبینا و انزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط کہ ہم نے انبیاء علیہم السلام کو واضح نشانیاں (عدل و انصاف پر مبنی معاشرے کے اصول) دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا تاکہ انسانیت انصاف پر قائم رہے، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا: اذھب الی فرعون انہ طغیٰکہ فرعون کی طرف جاؤ کیوں کہ اس نے سرکشی اور ظلم و استبداد کا نظام قائم کر رکھا ہے، اور ہم دیکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم میں اسی مقصد کے لیے جدو جہد اور کوشش کرتے ہوئے ایک سماجی اور معاشرتی تبدیلی کی دعوت دی ہے، اور اسی مقصد کے حصول کے لیے نبی آخر الزمان، رسول خدا، حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے جدو جہد کی اور سب سے پہلے اپنی سرزمین ایک تربیت یافتہ جماعت کے ذریعے اپنی قوم کے ظالم طبقہ ابوجہل، عتبہ، شیبہ کے انسانیت کش نظام کو ختم کیا اور اس راہ میں جتنی تکلیفیں آپ کو اٹھانا پڑیں اس سے کوئی باشعور مسلم یا غیر مسلم نابلد نہیں ہے، اس کے بعد دوسرے ممالک کی طرف رخ کیا اور صحابہ کرام کی جماعت کے ذریعے مشرق و مغرب میں انسانی بنیادوں پر ایک عادلانہ نظام قائم کیا۔

آج المیہ یہ ہے کہ موجودہ اس دور زوال میں ہمارے ہاں مختلف مکاتب فکر اور پلیٹ فارم پر حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل بحث و مباحثہ اور گفت و شنید تو کی جاتی ہے، لیکن اس سے سماجی تبدیلی کے حوالے سے کوئی رہنمائی نہیں لی جاتی اور نہ اس کو بطور نظام عمل میں لانے کی حکمت عملی اپنائی جاتی ہے، جب کہ محض کسی اعلیٰ شخصیت کی زندگی پر بہترین مکالمے کر لینے سے اس کی عملی زندگی کھل کر سامنے آسکتی ہے اور نہ اس کے مطابق عمل کا کوئی طریقہ کار اپنایا جاسکتا ہے، اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہمارے ملک میں آپ کے نام پر جان قربان کرنے والی قوم میں سیرت نبوی کے حوالے سے کوئی خاطر خواہ تبدیلی نظر نہیں آتی۔

اس تناظر میں آج زوال کے دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ سیرت نبی اور اس کے تقاضوں کا صحیح شعور حاصل کیا جائے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور اپنی دنیا و آخرت کو کامیاب بنایا جائے یہی انسانیت کی معراج ہے اور تب ہی ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کا صحیح حق ادا کر سکتے ہیں۔ ●●

برائے دعائے صحت

● حضرت مہتمم صاحب کی والدہ محترمہ کی طبیعت چند دنوں سے ناساز چل رہی ہے۔ ان کی صحت کے لئے قارئین سے خصوصی دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مہتمم صاحب کی والدہ کو جلد سے جلد صحت کاملہ عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر قائم رہے۔ آمین

● جامعہ حسینیہ عملہ پور کے مبلغ و سفیر حضرت مولانا فائق صاحب قاسمی کا ابھی حال ہی میں ہارنیہ کا آپریشن ہوا تھا جو آپ حضرات کی دعاؤں سے کامیاب رہا۔ اب ماشاء اللہ موصوف شفایاب ہو چکے ہیں۔

● ہمارے بہت ہی عزیز مولانا شمشاد علی قاسمی صاحب کے استاذ حضرت مولانا منیر احمد صاحب قاسمی پرتاپ گڈھی ان دنوں بیمار چل رہے ہیں ان کی صحت و عافیت کے لئے قارئین سے دعا کی خصوصی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو جو بیمار ہیں انہیں شفاء کاملہ عطا فرمائے اور جو کسی پریشانی میں مبتلا ہیں ان کی پریشانیوں کو دور فرمائے۔ آمین

محسن انسانیت

الحاج سید شہاب الدین صاحب
(ٹرسٹی جامعہ عربیہ حسینیہ عملہ پور ٹمکور) عزیز خاص حضرت مفتی محمد قربان صاحبؒ

محسن انسانیت کی زبان نہایت شیریں اور باوقار تھی۔ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے کہ مخاطب الفاظ کو گن سکتا تھا۔رحمتہ اللعالمین نے اپنے تاریخ ساز خطبہ حجتہ الوداع میں ہر قسم کے تعصب اور عصبیت کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا تھا۔آپ نے ارشاد فرمایا ”شکر ہے اس خدا کا جس نے تم سے جاہلیت کا عیب اور اس کا تکبر دور کر دیا۔لوگو! تم انسان بس دو ہی حصوں میں تقسیم ہوتے ہو ایک نیک اور پرہیز گار جو اللہ کی نگاہ میں عزت والا ہے دوسرا فاجر اور شقی جو اللہ کی نگاہ میں ذلیل ہے ورنہ سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا تھا“۔(ترمذی)

سیرت رسول کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ برداشت اور رواداری سیرت کا مرکز و محور تھی۔ایک دن آپ خانہ کعبہ میں عبادت میں مصروف تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی گردن میں چادر ڈال کر بل دیئے اور کھینچنا شروع کیا۔یہ انتہائی تکلیف دہ منظر تھا۔حضرت ابو بکرؓ نے بڑی مشکل سے آپ کو معیط کی گرفت سے چھڑایا۔آپ نے صبر کا مظاہرہ کیا اور اف نہ کی۔حضور اکرمؐ ابولہب کے پڑوسی تھے۔ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل آپ کو اذیت پہنچاتے گھر پر پتھر پھینکتے۔ام جمیل آپ کے گھر کے باہر کانٹے بچھا دیتی۔جب آپ رات کو گھر آتے تو کانٹے پاؤں میں چبھ جاتے جن کو نکالتے تو پاؤں سے خون بہنے لگتا۔ایک روز گھر کا راستہ صاف پایا تو معلوم ہوا ام جمیل بیمار ہے۔آپ اس کی تیمارداری کیلئے اس کے گھر تشریف لے گئے۔حضور اکرمؐ نے حضرت عائشہؓ کو بتایا کہ طائف کا دن ان کی زندگی کا سخت ترین دن تھا۔آپ تبلیغ دین کیلئے طائف تشریف لے گئے تھے وہاں پر غنڈوں اور آوارہ لوگوں نے آپ کو سخت اذیت کا نشانہ بنایا اور آپ کی ٹانگوں اور پاؤں پر اس قدر پتھر مارے کہ نعلین مبارک خون سے بھر گئے، جسم زخموں سے چور تھا۔آپ نے بوجھل دل کے ساتھ یہ دعا فرمائی۔

”اے میرے رب میں اپنی طاقت کی ناتوانی، اپنی قوتِ عمل کی کمی اور لوگوں کی نگاہوں میں اپنی بے بسی کا ذکر آپ کی بارگاہ میں کرتا ہوں۔اے رحیم اور رحمن آپ کمزوروں کے رب ہیں۔آپ میرے بھی رب ہیں۔آپ مجھے کس کے حوالے کرتے ہیں؟ ایسے لوگوں کے حوالے جو ترش روئی سے پیش آتے ہیں۔کیا کسی دشمن کو آپ نے میری قسمت کا مالک بنا دیا ہے۔اگر آپ مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے ان تکالیف کی کچھ پروا نہیں پھر آپ کی طرف سے عافیت اور سلامتی میرے لیے زیادہ دلکش ہے۔میں پناہ مانگتا ہوں آپ کی ذات کے نور کے ساتھ کہ جس سے تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و آخرت کے کام سنور جاتے ہیں۔میں آپ کی رضا طلب کرتا رہوں گا۔یہاں تک کہ آپ راضی ہو جائیں آپ کی ذات کے بغیر نہ میرے پاس کوئی طاقت ہے اور نہ کوئی قوت ہے“۔

رب نے اپنے نبیؐ کی دعا سن لی۔فرشتے حاضر ہوئے پہاڑوں کو طائف کی وادی پر الٹ دینے کی اجازت طلب کی۔آپؐ نے فرمایا ”اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو انشاء اللہ ان کی نسلیں ضرور خدا پر ایمان لائیں گی۔اسلام کے غلبے کے بعد جب طائف کے سردار مدینہ آئے تو آپ نے اپنے سخت

ترین مصائب کو فراموش کر کے اور ہر قسم کے تعصب کو ایک طرف رکھ کر ان کیلئے مسجد نبوی میں خیمہ نصب کرایا اور خود ان کی مہمان نوازی کی۔ایک بدوی نے ایک مرتبہ مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا۔صحابہ اسے مارنے کیلئے دوڑے مگر آپؐ نے ان کو روکا اور بدوی کو اپنی حاجت سے فارغ ہونے دیا۔پھر آپ نے اس جگہ کو دھونے کا حکم دیا اور بدوی کو نرمی کیساتھ مسجد کے آداب سمجھائے۔(مسلم) ارشاد ربانی ہے ''ایک میٹھا بول اور کسی ناگوار بات پر ذراسی چشم پوشی اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دکھ ہو۔اللہ بے نیاز ہے اور بردباری اسکی صفت ہو''۔(2:263)

حضور اکرمؐ نے ناداروں اور مفلسوں کی مالی اعانت کیلئے ایک یہودی عالم سے دینار قرض لیا۔یہودی قرض کی ادائیگی کی مدت ختم ہونے سے پہلے اپنا قرض واپس لینے کیلئے مسجد نبوی آیا اور آپ کا گریبان پکڑ کر قرض واپس کرنے کا تقاضہ کرنے لگا۔اس نے گستاخانہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے قبیلے کے لوگ قرض لیتے ہیں پھر واپس نہیں کرتے۔حضرت عمرؓ توہین رسالت برداشت نہ کر سکے انہوں نے تلوار سے یہودی کا سر قلم کرنے کی اجازت طلب کی۔آپ نے فرمایا اے عمرؓ یہودی کو قتل کرنے کی بجائے اسے قرض عمدگی سے واپس مانگنے کی نصیحت کرو اور مجھے قرض واپس کرنے کیلئے کہو۔یہودی آپ کا رویہ دیکھ کر کہنے لگا خدا کی قسم میں اپنا قرض واپس لینے کیلئے نہیں بلکہ یہ دیکھنے کیلئے آیا تھا کہ کیا اللہ کے نبی میں برداشت اور رواداری کا جذبہ موجود ہے۔میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے نبی ہیں اور اپنا قرض مسلمانوں کیلئے صدقہ کرتا ہوں۔(سنن بیہقی: معاملات رسول)

فتح مکہ کے بعد آپ نے برداشت، رواداری، عفو کرم کے وہ مثالی عملی نمونے پیش کیے کہ انسانی تاریخ آج بھی ان واقعات پر حیران و ششدر ہے۔ابوسفیان کی بیوی ہندہ بھیس بدل کر حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے آپ کے پیارے چچا حضرت حمزہؓ کی لاش سے جو وحشیانہ سلوک کیا تھا اس کی وجہ سے وہ خوف زدہ تھی۔آپ نے اسے پہچان لیا اور معاف کر دیا وہ اس برداشت پر حیران رہ گئی۔گھر واپس آئی اور بت توڑ کر کہنے لگی ''ارے کمبخت ہم تو تیرے بارے میں دھوکے میں مبتلا رہے۔(البدایہ والنہایہ) حضرت حمزہؓ کا قاتل وحشی بن حرب فتح مکہ کے بعد طائف بھاگ گیا تھا۔جب آپ نے عام معافی کا اعلان کر دیا وحشی حضور اکرم کی خدمت میں پیش ہوا اسکی زبان پر کلمہ طیبہ جاری تھا اور آپ سے جان بخشی کی بھیک مانگ رہا تھا۔آپ نے فرمایا کیا وحشی آیا ہے؟ عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ۔ارشاد ہوا ذرا یہ تو بتا تم نے میرے پیارے چچا کو کیسے شہید کیا؟ جب وحشی نے واقعہ بیان کیا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ارشاد ہوا مجھ سے اپنا چہرہ دور کر لو ہم نے تمہیں معاف کیا۔تاریخ نے عفو و درگزر اور برداشت کی ایسی مثال کبھی نہ دیکھی ہو گی۔(بخاری)

ایک روز انصار اور مہاجرین چشمہ سے پانی لینے پر جھگڑ پڑے دونوں گروہوں نے تلواریں نکال لیں۔رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے انصار کو بغاوت کیلئے اکسایا اور مہاجرین سے اتحاد ختم کرانے کی کوشش کی۔

جب یہ خبر صحابہ تک پہنچی تو حضرت عمرؓ نے آپ سے اس منافق کی گردن اُڑانے کی اجازت طلب کی۔آپ نے فرمایا کیا تم یہ چرچا پسند کرتے ہو کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیا کرتے ہیں۔(بخاری)

محترم قارئین! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہم سب کے لئے اسوہ و نمونہ ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔■■

'محبت سے آتے ہیں کارِ عجب'

ابوفہد، نئی دہلی

حضور رسالت مآبؐ کی زندگی کے حالات، واقعات اور خلوت وجلوت کے معاملات کو تاریخ کے دامن نے جس طرح اپنے اندر جمع اور محفوظ کیا ہے، اس طرح دنیا کی کسی بھی بڑی سے بڑی شخصیت کے حالات وواقعات اور خلوت وجلوت کے معاملات کو نہ اس نے جمع کیا اور نہ ہی محفوظ کیا۔ حتیٰ کہ دورحاضر کی متمدن دنیا میں جب انسان کی زندگی کا بڑا حصہ کیمروں کی دیدہ ونادیدہ آنکھوں کے سامنے گزر رہا ہے اور خاص طور پر عالمی سطح کے رہنماؤں کا حال یہ ہے کہ ان کی نشست وبرخواست کے تمام چھوٹے بڑے لمحات بھی ریکارڈ ہو رہے ہیں، پھر ان کی وفات کے بعد اسی ریکاڈ کو سامنے رکھ کر ان پر ناول لکھے جائیں گے اور فلمیں بنائی جائیں گی، کانفرسیں ہوں گی اور یادگاریں قائم کی جائیں گی۔ ان سب کے باوجود بھی دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے لیڈر کے بارے میں یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ اس کی زندگی کے تمام نشیب وفراز کو اور خلوت وجلوت کے تمام دیدہ ونادیدہ لمحات کو محفوظ کرلیا گیا ہے اور اب اس کی زندگی کا کوئی بھی گوشہ اندھیرے میں نہیں رہا۔

ایسا دعویٰ دنیا کی صرف ایک ہی ہستی کے بارے میں کیا جاسکتا ہے اور وہ ہستی ہے جناب رسالت مآبؐ کی۔ جناب رسالت مآبؐ کے نہ صرف قول وقرار کو بلکہ ایک ایک ادا کو، دلچسپی اور عدم دلچسپی کو، انداز تکلم وتخاطب کو، یہاں تک کہ خدوخال اور لب ورخسار کی رنگت کو، رعب وجلال کو، نرمی ولطافت کو، اللہ کے لیے انتقام ومہربانی کو، الغرض ہر قابل ذکر چیز کو ریکارڈ کیا گیا ہے۔ اور پھر اس میں نہ مبالغہ آرائی کی گئی اور نہ ہی بخل سے کام لیا گیا۔ نہ شاعرانہ سحرطرازی کی گئی اور نہ ہی عقیدتوں کے جوش میں تاریخ کے ساتھ ناانصافی کی گئی۔ محض قوت حافظہ اور قلم وقرطاس کے ذریعے آپؐ کی ذات کی کچھ اس طرح پیکرتراشی کی گئی ہے جیسے عکس آئینے میں اتر آیا ہو اور جیسے کسی بہت ہی طاقتور اسکینگ مشین کے ذریعے آپؐ کے جذبات واحساسات اور خیالات کو بھی اسکین کرلیا گیا ہو۔ تعجب خیز بات یہ بھی ہے کہ آپؐ کی زندگی کو اتنی شرح وبسط کے ساتھ ایسے زمانے میں محفوظ کیا گیا جب انسان نے ابھی صحیح طور پر قلم پکڑنا بھی نہیں سیکھا تھا، سائنس وٹیکنالوجی کے میدان میں نہ اتنی ترقی ہوئی تھی اور نہ ہی یہ اس قدر عام ہوئی تھیں، جتنی ترقی اور عمومیت آج انہیں حاصل ہے۔ اللہ نے قرآن کے ساتھ سیرت رسولؐ کو بھی محفوظ فرمادیا تاکہ بعد کے لوگوں کو یہ معلوم ہوسکے کہ جس ذات اقدس پر قرآن نازل ہوا تھا وہ کس طرح کے خدوکال رکھتی تھی، بول چال کا انداز کیا تھا اور اخلاق وکردار کیسا تھا۔

یہ امتیاز دنیا کے کسی بھی لیڈر کو حاصل نہیں اور نہ ہی اب قیامت تک کسی کو حاصل ہونے والا ہے۔ یہ امتیاز صرف نبیؐ کو حاصل ہوسکا اور اس امتیاز کی بڑی وجہ وہ محبت بنی جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہؐ سے کی تھی، ایسی محبت جو اسباب واولاد سے بڑھ کر تھی بلکہ خود اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھی۔ اگر اتنی شدید محبت نہ ہوتی تو شاید آپؐ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک ملفوظ آج اس طرح ریکاڈ پر نہ ہوتا۔

محبت مسبب محبت سبب
محبت سے آتے ہیں کارِ عجب (میر تقی میر)

●●

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق جو امت کے ذمہ ہیں

● مولانا محمد ذیشان صاحب مظاہری استاذ جامعہ حسینیہ عملہ پور ●

آپؐ سے محبت : آپؐ کا سب سے پہلا حق جو ہر امتی پر عائد ہے وہ آپ کی محبت کہ ہر چیز سے زیادہ آپ کی محبت اور آپ کا عشق ہر امتی کے دل میں ہونا چاہئے چنانچہ آپؐ نے فرمایا تم میں کا کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اسکے والدین اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔(بخاری ومسلم)

آپؐ کا ادب واحترام : ایک حق آپؐ کا جو امتیوں پر ہے وہ آپؐ کا ادب واحترام اور عظمت ہے آپؐ سے متعلق تمام چیزوں کا ادب آپؐ کی حیات اور آپؐ کی وفات کے بعد ہمہ وقت ضروری ہے۔

چنانچہ آپؐ کی زندگی سے متعلق قرآن مجید میں فرمایا کہ مدینہ والوں کو اور جو گاؤں میں آس پاس رہتے ہیں ان کو یہ درست اور جائز نہیں کہ رسول اللہؐ کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ جائز ہے کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں اور جب کسی مسلمان کو آپ کے پاس جانے کی ضرورت پڑے تو آپ سے اجازت لے کر آپ کے پاس جائیں اور نبی کا نام لے کر جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو نبی کو نہ بلاؤ بلکہ نبی کا انتظار کرنا تمھارے لئے بہتر ہوگا۔ اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اس سے تمھارے اعمال برباد ہوجاتے ہیں نبی کی وفات کے بعد نبی کی بیویوں میں سے کسی سے نکاح نہ کرو نبی کی بیویاں امتیوں پر ہمیشہ کے لئے حرام ہیں کیونکہ وہ امتیوں کے لئے ماں کا درجہ رکھتی ہیں۔

نوٹ : مذکورہ عبارت سورۂ توبہ، سورۂ نور، سورۂ احزاب اور سورۂ حجرات کی آیتوں کا خلاصہ ہے۔

آپؐ کی اطاعت وفرمانبرداری : ہر ہر امتی پر آپؐ کی اطاعت اور فرمانبرداری واجب اور ضروری ہے بغیر آپؐ کی اطاعت کے ہمارا ایمان کامل نہیں ہوتا چنانچہ آپؐ نے ارشاد فرمایا تمام امت جنت میں داخل ہوگی سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے انکار کیا آپؐ سے پوچھا گیا یارسول اللہ انکار کرنے والے کون ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔(بخاری)

آپؐ نے ارشاد فرمایا جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔(ترمذی ومشکوٰۃ)

آپؐ پر درود بھیجنے کی فضیلت : ایک حق آپ کا امتیوں پر یہ ہے کہ آپؐ پر کثرت سے درود بھیجیں آپؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس درجہ بلند ہوتے ہیں۔(نسائی)

آپؐ نے فرمایا قیامت میں سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر درود بھیجتا ہو۔(ترمذی)

آپؐ نے ارشاد فرمایا زمین میں اللہ کی طرف سے بہت سے فرشتے سیر کرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ پر

پہونچاتے ہیں۔ (نسائی ودارمی)

آپؐ نے فرمایا وہ شخص ذلیل وخوار ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ (ترمذی)

بندے کی دعا آسمان وزمین میں لٹکی ہوئی ہوتی ہے جب تک آپؐ پر درود نہ بھیجے مقام قبول تک نہیں پہونچتی۔

زندگی میں ایک بار درود پڑھنا فرض ہے جس مجلس یا جس محفل میں آپؐ کا نام نامی اسم گرامی لیا جائے پہلی مرتبہ سن کر درود پڑھنا واجب ہے اور مکرر اسی مجلس میں اگر نام لیا جائے تو درود پڑھنا مستحب اور افضل ہے سب سے افضل ترین درود درود ابراہیمی ہے جو نماز میں پڑھی جاتی ہے سب سے مختصر اور چھوٹا درود "صلی اللہ علیہ وسلم" ہے۔

جامع درود: آپؐ نے ارشاد فرمایا جو اس درود کو پڑھے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے۔ (زادالسعید)

اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وانزلہ المقعد المقرب عندک۔

ویسے درود کے فضائل پر حضرات علماء کرام نے بہت سارے چھوٹے بڑے رسالے لکھے ہیں مثلاً سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعیدؒ کا رسالہ فضائل صلوٰۃ وسلام شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ مہاجر مدنی نے فضائل اعمال میں مستقل فضائل درود پر کافی لکھا ہے یہ چند حدیثیں اوپر لکھ دی گئی ہیں عمل کے لئے یہی کافی ہیں۔

آپ کے وسیلہ سے دعا کرنا ہے: حضورؐ کے وسیلے سے دعا کرنا مستحب اور مستحسن ہے اس سے دعا جلد قبول ہوتی ہے سیدنا آدمؑ نے آپؐ کے وسیلے سے دعا مانگی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی نیز صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین سے آپ کے وسیلہ سے دعا کرنا ثابت ہے لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ آپؐ کے وسیلہ اور واسطہ سے اللہ تعالیٰ سے اپنی دعا ئیں مانگیں انشاء اللہ اللہ تعالیٰ ہماری دعا کو شرف قبولیت سے نوازے گا۔

ایک حق آپؐ کا امت پر یہ ہے کہ آپ کے صحابہ اور اہل قرابت سے محبت رکھے اور انکی تعظیم کرے:

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے بارے میں میرے بعد ان کو نشانہ (اعتراض) نہ بنانا جو شخص ان سے محبت کرے گا وہ میری وجہ سے ہے اور جو شخص ان سے بغض رکھے گا وہ میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا جو ان کو تکلیف دے گا اس نے مجھ کو تکلیف دی اور جس نے مجھ کو تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی بہت جلد اللہ اس کو پکڑے گا۔ (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے میرے صحابہ کو برا مت کہو کیونکہ تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تب بھی ان صحابہ کے ایک مُد (یعنی ایک سیر) بلکہ نصف مُد کے ثواب کو بھی نہ پہونچے گا۔ (بخاری ومسلم)

اہل بیت سے محبت: حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے اہل بیت (گھر اور خاندان والے) کی مثال تم میں ایسی ہے جیسے نوحؑ کی کشتی جو شخص اس میں سوار ہوا اس کو نجات ملی اور جو اس سے جدا رہا ہلاک ہوا یعنی ان کی محبت او راتباع میں نجات ہے اور ان کی مخالفت میں ہلاکت ہے۔ اہل بیت میں ازواج مطہرات (پاک بیویاں) حضرت فاطمہؓ، علیؓ، حسنینؓ سب داخل ہیں۔

شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت

حضرت مولانا **بدیع الزماں** ندوی قاسمی دامت برکاتہم

سوال: ولادتِ نبویؐ کی عربی انگریزی تاریخ اور دن بتائیے؟

جواب: 20 اپریل 571ء اور صحیح قول کے مطابق ربیع الاول کی 9 تاریخ کو آپؐ کی ولادتِ باسعادت ہوئی اور دن پیر کا تھا۔ (تاریخِ ولادت میں مؤرخین کے دوسرے اقوال بھی ہیں، علامہ طبری اور ابن خلدون نے 12 اور ابوالفداء نے 10 تاریخ نقل کی ہے۔ مگر تاریخ دُوَلُ الْعَرَبِ وَالْاِسْلَام میں محمد طلعت عرب نے 9 تاریخ کو ہی صحیح قرار دیا ہے۔ (رحمۃ للعالمین)

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کیا تھا اور کس نے رکھا؟

جواب: محمد اور احمد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام تھے۔ دادا عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد اور والدہ محترمہ نے احمد رکھا۔ (حدیث میں ہے کہ زمین پر میرا نام محمد اور آسمان پر میرا نام احمد ہے۔ محمد توریت میں اور احمد نام انجیل میں ہے)

سوال: محمدؐ کہاں اور کس وقت پیدا ہوئے؟

جواب: مکہ معظّمہ میں آپ کی ولادت ابوطالب کے مکان میں صبح صادق کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے ہوئی۔

سلسلۂ نسب

سوال: آپؐ کے والد مکرم اور والدہ محترمہ کا کیا نام تھا؟

جواب: والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ تھا۔

سوال: آپؐ کا دادھیالی سلسلۂ نسب بیان کریں؟

جواب: محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لُوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مُضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ (عدنان تک سلسلۂ نسب کے بارے میں حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ المعروف بابن عبدالبر العمری نے کتاب الاستیعاب میں نقل کیا ہے۔ هٰذَا مَالَمْ يَخْتَلِفْ فِيْهِ اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ (اس شجرے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں) حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کا شجرۂ نسب تاریخ طبری اور طبقات ابن سعد میں دیکھا جاسکتا ہے)

سوال: آپؐ کی دادی اور نانی کا نام بتائیے؟

جواب: دادی کا نام فاطمہ اور نانی کا نام برّہ تھا۔

سوال: آپؐ کا نانہالی سلسلۂ نسب کیا تھا؟

جواب: محمد بن آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مُرّہ۔ (آگے پدری سلسلۂ نسب کے مطابق ہی یہ نسب ہے)

سوال: آپؐ کے چچا اور پھوپیوں کی تعداد بتائیے؟

جواب: 9 یا 12 چچا تھے اور 6 پھوپیاں۔

(سیرت ابن ہشام ومدارج النبوۃ قسط: 12 ص: 5 بحوالہ مواہب لدینہ)

سوال: آپ کی پھوپیوں کے نام بتائیے؟

جواب: صفیہ۔ عاتکہ۔ برّہ۔ اروی۔ امیمہ۔ بیضاء

(ان کا نام اُمِّ حکیم بھی ہے)

سوال: آپؐ کے چچاؤں میں سے کس کس نے اسلام قبول کیا؟

جواب: حضرت عباسؓ اور حضرت حمزہؓ نے۔(مدارج النبوۃ)

رضاعت

سوال: والدہ ماجدہ نے آپؐ کو کتنے دن دودھ پلایا؟

جواب: دو یا تین دن۔(سیرۃ النبی ج:1 ص:172) سات دن۔ (مدارج النبوۃ ص:69 قسط:4)

سوال: حضورؐ نے کس کس کا دودھ پیا، ترتیب سے بتایئے؟

جواب: پہلے اپنی والدہ ماجدہ کا۔ پھر کچھ دن ثوبیہ کا اور اس کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا۔

سوال: آپؐ نے مستقل طور پر اپنی والدہ کا دودھ کیوں نہیں پیا؟

جواب: اس لئے کہ عرب کا دستور تھا کہ وہ دودھ پلانے والی عورتوں کے سپرد کر کے بچہ کو اچھی آب وہوا کے مقام پر بھیج دیا کرتے تھے۔ آپ کو بھی اسی دستور کے مطابق باہر بھیج دیا گیا۔(رحمۃ للعالمین ج:1 ص:41)

سوال: حضرت حلیمہ سعدیہ کس قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں؟

جواب: قبیلہ ٔہوازن سے جو فصاحت وبلاغت میں مشہور ہے۔

(اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم افصح العرب تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میں تم سب میں فصیح تر ہوں کیونکہ میں قریش کے خاندان میں سے ہوں اور میری زبان بنی سعد کی زبان ہے بنی سعد ہوازن ہی کے قبیلہ کو کہتے ہیں۔ سیرۃ النبی بحوالہ طبقات ابن سعد)

سوال: حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے اسلام لانے کے بارے میں محققین اسلام کا کیا خیال ہے؟

جواب: محققین اسلام کا یہ خیال ہے کہ وہ مسلمان ہوگئی تھیں۔

ابن ابی خثیمہ، ابن جوزی اور علامہ ابن حجر نے ان کے اسلام لانے کی تصریح کی ہے اور حافظ مغلطائی نے ان کے اسلام پر ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔(زرقانی، ج:1 ص:166)

سوال: آپؐ کے رضاعی باپ (حضرت حلیمہ سعدیہ کے شوہر) کا کیا نام تھا، اور وہ مسلمان ہوئے یا نہیں؟

جواب: آپؐ کے رضاعی باپ کا نام حارث ابن عبدالعزیٰ تھا وہ مسلمان ہوگئے تھے۔(اصابہ فی احوال الصحابہ ج:1 ص:283)

سوال: آپؐ کے رضاعی بھائی بہن حلیمہ کے بطن سے چار تھے ان کے نام بتایئے؟

جواب: (1) عبداللہ (2) حذیفہ (3) انیسہ (4) شیماء۔

سوال: ثوبیہ کے تعلق سے آپ کے ایک چچا بھی رضاعی بھائی بن گئے تھے ان کا نام بتایئے؟

جواب: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ۔

سوال: حضرت حلیمہؓ کے پاس حضورؐ کتنے برس رہے؟

جواب: اس میں مختلف اقوال ہیں۔ 4 اور 5 برس۔ اور ابن اسحاق نے وثوق کیساتھ 6 برس لکھا ہے۔

سوال: ثوبیہ نے آپ کو آزادی کی حالت میں دودھ پلایا یا غلامی کی حالت میں۔ اور مسلمان ہوئی یا نہیں؟

جواب: آزادی کی حالت میں دودھ پلایا، ان کے اسلام لانے کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہے۔ بعض محدثین نے انہیں صحابیات میں شمار کیا ہے۔

(مدارج النبوۃ ق:6 ص:69 فتح الباری ج:9 ص:124 کتاب النکاح میں ثوبیہ کو صحابیہ بتانے والوں میں حافظ ابومنذہ کا نام لیا گیا ہے۔ واللہ اعلم)

جمال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم......ام معبد کی نظر میں

مولانا محمد اکرم صاحب قاسمی امام وخطیب مسجد عمر ٹمکور

عربی میں چوں کہ ''مدح'' کا اطلاق نظم ونثر دونوں پر ہوتا ہے اس لئے ترتیب زبانی کے لحاظ سے اُمّ معبد کی مدح کا ذکر بھی مناسب ہوگا جس کی نثر بھی کسی نظم سے کم مرصع اور آب دار نہیں ہے۔ ابن ہشام ''سیرۃ النبیؐ'' میں لکھتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرمارہے تھے، تو غار ثور سے نکلنے کے بعد پہلے ہی دن آپ ؐ کا گزر قبیلۂ خزاعہ کی ایک مہمان نواز خاتون ام معبد کے خیمہ کی طرف ہوا۔ یہ ایک معمر خاتون تھیں۔ راہ گیروں کو پانی پلانا اور کچھ کھجور یا دودھ موجود ہوتا تو اس سے ضیافت کرنا ان کا معمول تھا۔ رسولؐ جب خیمے پر پہنچے تو اتفاق یہ کہ ام معبد کے پاس کچھ نہ تھا جو پیش کرسکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلہ نے دریافت کیا کہ ان کے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے جس کو خرید سکیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس وقت کچھ بھی نہیں ہے جو پیش کرسکوں۔ رسول کریمؐ کی نگاہ اس خیمے کے ایک گوشے پر پڑی جس میں ایک کمزور اور نڈھال بکری بندھی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کیسی بکری ہے؟ ام معبد نے عرض کیا کہ یہ کمزور نڈھال بکری ہے، ریوڑ کی دوسری بکریوں کے ساتھ چل نہیں سکتی، اس لئے اس کو باندھ رکھا ہے، آپؐ نے فرمایا کہ اس کا دودھ مل سکتا ہے؟ ام معبد نے کہا یہ نڈھال ہے دودھ نہیں دے سکتی۔ آپؐ نے فرمایا کیا میں اس کو دُوہ سکتا ہوں۔ ام معبد نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اگر آپ اس کو دُوہ سکیں تو حاضر ہے۔ ارشاد ہوا: اس کو ادھر لاؤ۔ بکری حاضر کی گئی۔ آپؐ نے اس کے تھن پر بسم اللہ کہہ کر ہاتھ رکھا اور ایک برتن مانگا، وہ برتن دودھ سے لبریز ہوگیا یہاں تک کہ زمین پر گرنے لگا۔ آپؐ نے خود نوش فرمایا، حضرت ابو بکرؓ، حضرت ابو بکرؓ کے غلام عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن ارقط جو راستہ دکھانے کے لئے ساتھ ہولئے تھے، ان سب نے سیر ہوکر پیا۔ آپؐ نے دوبارہ اس بکری کو دُوہا اور وہ پیالہ ام معبد کے حوالے کر کے روانہ ہو گئے۔

کچھ دیر بعد جب ام معبد کا شوہر آیا تو اس نے دریافت کیا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟

ام معبد نے کہا کہ ایک بابرکت شخص ادھر آیا تھا۔ یہ دودھ اسی کی فیض رسانی کا نتیجہ ہے۔ شوہر نے دریافت کیا کہ وہ کون تھا؟ اس کا حلیہ کیا تھا؟ اس پر ام معبد نے کہا: ''میں نے ایک انسان دیکھا پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ پسندیدہ کو، ہموار شکم، سر میں بھرے ہوئے بال، زیبا، صاحب جمال، آنکھیں سیاہ وفراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں مردانگی وشیرینی، گردن موزوں، روشن اور چمکتے ہوئے دیدہ، سرمگیں آنکھ، باریک اور پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگریالے گیسو، جب خاموش رہتے تو چہرہ پروقار معلوم ہوتا، جب گفتگو فرماتے تو دل ان کی طرف کھنچتا، دور سے دیکھو تو نور کا ٹکڑا، قریب سے دیکھو تو حسن وجمال کا آئینہ، بات میٹھی جیسے موتیوں کی لڑی، قد نہ ایسا پست کہ کمتر نظر آئے، نہ اتنا دراز کہ معیوب معلوم ہو، بلکہ ایک شاخِ گل ہے جو شاخوں کے درمیان ہو۔ دیدہ نظر والا قدر، ان کے ساتھی ایسے جو ہمہ وقت ان کے گرد وپیش رہتے ہیں، جب وہ کچھ کہتے ہیں تو یہ خاموش سنتے ہیں، جب حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لئے جھپٹتے ہیں، مخدوم ومطاع، نہ کوتاہ سخن اور نہ فضول گو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سراپا، جب اس خاتون کے شوہر ''ابو معبد'' نے سنا تو بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا: ''ھذا واللہ صاحب قریش الذی تطلبہ'' یہ تو، واللہ، قریش والا معلوم ہوتا ہے جس کی ان لوگوں (قبیلہ قریش والوں) کو تلاش ہے۔ ■■

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان

از: ڈاکٹر علامہ خالد محمود

اللہ تعالیٰ نے جس دین کو حضور ختمی مرتبت پر مکمل فرمایا اس کی تاریخ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اسلام کی گنتی شروع ہوئی اور حضرت عمرؓ پر اسلام کا پہلا چلہ پورا ہوا۔ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بنو اُمیہ کی سیادت اور وجاہت سے رسولِ ہاشمی کے خدمت گزار بنے اور حضرت علی المرتضیٰؓ نبوت کے زیر سایہ جوان ہوئے۔ ان چار حضرات کے علاوہ اور کئی صحابہ بھی برسر اقتدار آئے (جیسے حضرت حسن، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم) لیکن ان پہلے چار بزرگوں میں خلافت افضلیت کے ساتھ ساتھ چلی اس لیے ان چار حضرات کو جو شرف و کمال ملا وہ عقائد اہل السنۃ والجماعت کی اساس ہے اور اس کے گرد پہرہ دینا وہ اپنا دینی فرض سمجھتے ہیں۔ ان کے ذمہ ہے کہ وہ ان پاکبازوں کے گرد بچھائے گئے کانٹوں کو ایک ایک کر کے چنیں اور ابن آدم کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو بطور طبقہ اخلاق فاضلہ کی جلا بخشی تھی اور انہیں کفر گناہ اور نافرمانی سے دوری صرف از حکم شریعت نہیں از راہ طبیعت حاصل ہو چکی تھی۔ شریعت کے تقاضے ان کی طبیعت بن چکے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ایمان کو ان کے دلوں کی طلب اور زینت بنا دیا تھا۔ ہمارے اس عقیدہ پر قرآن کریم کی کھلی شہادت موجود ہے۔

ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزیّنہ فی قلوبکم وکرّہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ہم الراشدون (پ:۲۲، الحجرات)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے محبت ڈال دی تمہارے دلوں میں ایمان اور کھبا دیا اس کو تمہارے دلوں میں اور لائق نفرت بنا دیا تمہارے دلوں میں کفر گناہ اور نافرمانی وہ ہیں راشدین۔

ان تمام پیش بندیوں کے باوجود اگر اتفاق سے مسلمانوں کی دو جماعتیں باہم لڑ پڑیں تو وہ رہیں گی مومن ہی۔ ان کے اختلاف کا منشاء غلط فہمی تو ہو سکتا ہے لیکن بدنیتی نہیں، سوء اعتقاد نہیں، ایمان اپنی بنیادی شان سے ان کے دلوں میں جگہ پا چکا ہے ان میں خون ریزی تک دیکھو تو بدگمانی کو راہ نہ دو۔ یہ سب بھائی بھائی ہیں بدگمانی سے انتہا تک بچو۔

ان میں سے کسی بڑے سے بڑا گناہ دیکھو تو بھی بدگمانی نہ کرو۔ اس کا ظہور بتقاضائے فسق نہیں ہوا۔ محض اس حکمت سے وجود میں آیا ہے کہ اس پر شریعت کی ہدایت اُترے اور یہ لوگ تکمیل شریعت کے لیے استعمال ہو جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی وقت نماز کی رکعتوں میں بھولنا از راہ غفلت نہیں تھا اس حکمتِ الٰہی کے تحت تھا کہ لوگوں پر سجدہ سہو کا مسئلہ کھلے اور شریعت اپنی پوری بہار سے کھلے۔

سو ایسے جو اُمور شانِ نبوت کے خلاف نہ تھے ان کے حالات حضورؐ پر ڈالے گئے اور جو گناہ کی حد تک پہنچتے تھے انہیں بعض صحابہؓ پر ڈالا گیا اور یہ حضرات اس طرح تکمیل شریعت کے لیے بطور سبب استعمال ہو گئے ان حالات سے گزرنے کے بعد ان کا وہ تقدس بحال ہے جو انہیں بطور صحابی کے حاصل تھا اور ان کی بھی بدگوئی کسی پہلو سے جائز نہیں۔ اعتبار ہمیشہ اواخر امور کا ہوتا ہے۔ اس کے بغیر ان اُمور اور واقعات کی قرآن کریم سے تطبیق نہیں ہوتی۔ یہ بات بالقطع والیقین حق

ہے کہ صحابہ میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو غیر ثقہ ہو یا جو دین میں کوئی غلط بات کہے۔ سرخیل محدثین حضرت علامہ عینیؒ (۸۵۷ھ) لکھتے ہیں: لیس فی الصحابۃ من یکذب وغیر ثقۃ (عینی علی البخاری، ج:۲،ص:۵۰۱۔)

جب کوئی حدیث کسی صحابی سے مروی ہو اور اس کے نام کا پتہ نہ چلے تو وہ راوی کبھی مجہول الحال نہ سمجھا جائیگا، صحابی ہونے کے بعد کسی اور تعارف یا تعدیل کی حاجت نہیں۔

علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ (۳۶۴ھ) لکھتے ہیں: ان جمیعہم ثقات مامونون عدل رضی فواجب قبول ما نقل کل واحد منہم وشھدوا بہ علیٰ نبیّہ صلی اللہ علیہ وسلم (کتاب التمھید، ج:۹،ص:۳۶۲۔)

ترجمہ: سب صحابہ ثقہ اور امانت دار ہیں عادل ہیں اللہ ان سے راضی ہوا ان میں سے ہر ایک نے جو بات اپنے نبیؐ سے نقل کی اور اس کے ساتھ اپنے نبی کے عمل کی شہادت دی (لفظاً ہو یا عملاً) وہ واجب القبول ہے۔

صحابیت میں سب صحابہ راشد اور مہدی تھے، مگر ان میں سے ایسے حضرات بھی ہوئے جو نظم اُمور سلطنت میں بھی راشد اور مہدی ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد اپنی امت کو ان کے نقش پا پر چلنے کی دعوت دی۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ حضرات وہی نفوسِ قدسیہ ہیں جنہیں حضورؐ کے چار یار کہا جاتا ہے۔ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں۔ دیکھئے صراط مستقیم،ص:۵۱۱

طالب کو چاہیے کہ اپنے تہ دل سے اعتقاد کرلے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت سرور کائنات ؐ کے چار بڑے یار رضی اللہ عنہم اجمعین تمام بنی آدم سے بہتر ہیں اور اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق ان کی آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت خلافت کی ترتیب کے موافق ہے مسلمان کو چاہیے کہ اسی ترتیب پر افضلیت کا اعتقاد رکھے اور وجوہ تفضیل کو نہ ڈھونڈے کیوں کہ وجوہ تفضیل کو ڈھونڈنا دین کے واجبوں اور مستحبوں میں سے بھی نہیں۔

ان چار یار کے علاوہ باقی صحابہ میں تفضیل کی یہ بحث نہیں۔ آسمان ہدایت کے سب ستارے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ ستارے ایک جیسے نہیں چمکتے، چمک ہر کسی کی اپنی اپنی ہے لیکن ہے ہر کسی میں روشنی اور تاب اندھیرا ان میں سے کسی میں نہ ملے گا۔

انبیاء علیہم السلام کے بعد صحابہ ہیں جو بطور طبقہ محمود و منصور ہیں۔ عام طبقات انسانی میں اچھے بُرے کی تقسیم ہے، علماء تک میں علماء حق اور علماء سوء کی دو قطاریں لگی ہیں، لیکن صحابہ میں یہ تقسیم نہیں۔ صحابہ سارے کے سارے اچھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے باطن کی خبر دی ہے اور فرمادیا کہ کلمہ تقویٰ ان میں اُتار دیا گیا اور بیشک وہ اس کے اہل تھے:

والزمھم کلمۃ التقویٰ وکانوا احق بھا واھلھا (پ:۲۶، الفتح، ع:۳)

حدیث میں کلمۃ التقویٰ کی تفسیر لاالہ الا اللہ سے کی گئی ہے۔ سو یہ بات ہر شک اور شبہ سے بالا ہے کہ کلمہ اسلام ان کے دلوں میں اُتارا گیا تھا اور اس کے لیے ان کے دل کی دُنیا بلا شبہ تیار اور استوار تھی کہ اس میں یہ دولت اُترے اور انہی کا حق تھا کہ یہ دولت پاجائیں۔

سو یہ حضرات ہم احاد امت کی طرح نہیں۔ ان کا درجہ ہم سے اُوپر اور انبیاء کرام کے نیچے ہے۔ انہیں درمیانی مقام میں سمجھو کہ یہ حضرات ہم پر اللہ کے دین کے گواہ بنائے گئے ہیں اور اللہ کا رسول ان پر اللہ کے دین کا گواہ ہے جس طرح کعبہ قبلہ نماز ہے یہ

حضرات قبلہ اقوام ہیں: و کذلك جعلنا کم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیداً (پ:۲،البقرہ،ع:۱۷،آیت:۱۴۳)

خطیب بغدادی (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام مخلوق میں سے کسی کی تعدیل کے محتاج نہیں۔ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جواُن کے باطن پر پوری طرح مطلع ہے ان کی تعدیل کر چکا ہے: فلا یحتاج احد منھم مع تعدیل اللہ لھم المطلع علی بواطنھم الی تعدیل احدٍ من الخلق لہ (الکفایہ،ص:۶۴۔)

ترجمہ: صحابہ میں سے کوئی بھی مخلوقات میں سے کسی کی تعدیل کا محتاج نہیں اللہ تعالیٰ جواُن کے قلوب پر مطلع ہے اس کی تعدیل کے ساتھ اور کسی کی تعدیل کی ضرورت نہیں۔

ہر وہ قول اور فعل جواُن سے منقول نہیں بدعت ہے۔سو یہ حضرات خود بدعت کا موضوع نہیں ہوسکتے ان کے کسی عمل پر بدعت کا حکم نہیں کیا جاسکتا۔حافظ ابن کثیرؒ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں: کل فعل وقول لم یثبت عن الصحابۃ رضی اللہ عنھم ھو بدعۃ (تفسیر ابن کثیر،ج:۴،ص:۲۵۵)

ترجمہ: دین کے بارے میں کوئی قول اور کوئی فعل جو صحابہ سے ثابت نہ ہو بدعت ہے۔

صحابی رسول حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ (۳۶ھ) فرماتے ھیں: کل عبادۃ لم یتعبدھا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا تعبدوھا (الاعتصام للشاطبی،ص:۴۵۔)

ترجمہ: دین کا ہر وہ عمل جسے صحابہ نے دین نہیں سمجھا اسے تم بھی دین نہ سمجھنا۔

جب دین انہی سے ملتا ہے تو ان حضرات کی تعظیم اس امت میں حق کی اساس ہوگی۔ انہی سے قافلہء امت آگے بڑھا ہے اور پوری امت جمعہ اور عید کے ہر خطبہ میں ان کی ثناخوانی کرتی آئی ہے۔ یہ حضرات حضورؐ کے ایسے وفادار رہے کہ ان کی مثال نہیں ملتی۔بقول مولانا ابوالکلام آزاد: دنیا میں انسانوں کے کسی گروہ نے کسی انسان کے ساتھ اپنے سارے دل اور اپنی ساری روح سے ایسا عشق نہیں کیا ہوگا جیسا کہ صحابہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے راہِ حق میں کیا۔انھوں نے اس محبت کی راہ میں وہ سب کچھ قربان کردیا جو انسان کرسکتا ہے اور پھر اس راہ سے انہوں نے سب کچھ پایا جو انسانوں کی کوئی جماعت پاسکتی ہے۔

اہل حق ہمیشہ سے صحابہ کی عظمتوں کے گرد پہرہ دیتے آئے ہیں جہاں کسی نے شک کا کوئی کانٹا لگایا، اہل حق نے ان کے تزکیہ کی کھلی شہادت دی، جہاں کہیں تبرّا کی آواز اٹھی اہل حق تولا کی دعوت سے آگے بڑھے اور نفاق کے بُت ایک ایک کر کے گرادیئے۔ ■■

بڑوں کی بڑی باتیں

۱۔ وسیع نظر ہوتو اعتراض کم ہوجاتا ہے۔
۲۔ مخلوق کو دیکھ کر عمل نہ کرنا ریا ہے۔
۳۔ ٹھنڈا پانی بھی ایک نعمت ہے۔
۴۔ اتحاد واتفاق کی جڑ تواضع ہے۔
۵۔ ذکر اللہ کا ہر حال میں فائدہ ہے۔
۶۔ ہر مخلوق کی خواہش پوری کرنا مشکل ہے۔
۷۔ تلاوتِ قرآن مجید رضاء الٰہی کا سبب ہے۔
۸۔ زندگی مکہ کی بہتر اور موت مدینہ کی بہتر ہے۔
(حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ)

۹۔ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔
۱۰۔ انبیاء علیہم السلام سے نبوت سے پہلے یا نبوت کے بعد چھوٹا یا بڑا گناہ سرزد نہیں ہوتا۔
(حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ)

حضرت امیر معاویہؓ: اہل بیت کی نظر میں

مولانا محمد غیاث الدین حسامی

عدل وانصاف، جود وسخا، صدق ووفا، امانت ودیانت، شرافت ومتانت، ان تمام رنگوں کو بہ یک وقت اکٹھا کیجئے تو جس پاکباز شخصیت کا خاکہ بنتا ہے وہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں، جی ہاں! ان کی پوری زندگی ان قیمتی اوصاف کا نقش جمیل ہے، ان کی پوری ہستی اوصاف عالیہ کی مجسم تصویر ہے، شرافت وسنجیدگی جن کے کردار سے ٹپکتی ہے، ذکاوت وذہانت جن کی ایک ایک ادا سے ہویدا ہے، صدق وراست بازی جن کی گفتگو کا مظہر ہے، عدل وانصاف جن کی شخصیت کا جزو لاینفک ہے، رعب ودبدبہ جن کی امتیازی شان ہے، یہ وہ باکمال شخصیت ہیں جن کو حضرت امیر معاویہؓ کہا جاتا ہے۔

نام معاویہ، لقب ابوعبد الرحمن والد کا نام ابوسفیانؓ والدہ کا نام ہندہؓ، آپؐ کی بعثت سے پانچ سال قبل پیدا ہوئے اور فتح مکہ کے دن اپنے والد سیدنا حضرت ابوسفیان کے ہمراہ اسلام لائے، آپ نے جب اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تو حضورؐ نے انھیں مبارکباد دی اور مرحبا فرمایا (البدایہ والنہایہ ۸۔۱۱۷) آپ مکہ کے اُن چنندہ لوگوں میں سے تھے جو پڑھنا لکھنا جانتے تھے، اسی لئے اسلام لانے کے بعد قرآن مجید کو لکھنے والی جماعت میں شامل ہوئے اور پوری دیانت داری کے ساتھ کتابت قِرآن کے فرائض انجام دیئے، آپ کی بہن حضرت ام حبیبہؓ نبی کریمؐ کی زوجہ (بیوی) ہیں؛ اس نسبت سے آپؓ نبیؐ کے برادرِ نسبتی (سالے) ہوئے، جسمانی لحاظ سے لحیم وشحیم، رنگ گورا، چہرہ کتابی، آنکھیں موٹی گھنی داڑھی، وضع قطع چال ڈھال میں بظاہر شان وشوکت نمایاں تھی، روحانی اعتبار سے زہد وتقوی، تواضع وانکساری، اخلاص وللہیت، علم وفضل، فقہ واجتہاد، تقریر وخطابت، غرباء پروری، خدمت خلق مہمان نوازی، مخالفین کے ساتھ حسن سلوک، فیاضی وسخاوت، اور خوف الٰہی کا عکس آپ کی زندگی میں نمایاں نظر آتا ہے، آپ خلفائے اربعہ کے بعد خلیفۂ عادل شمار کئے جاتے ہیں، آپ کی خلافت ۶۴ لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی تھی، آپ کے دورِ خلافت میں بڑے اہم کارنامے انجام دئے گئے ہیں جس کی ایک طویل فہرست ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ تاریخ اسلام کی اہم ترین شخصیت ہیں، جن کے وجودِ بابرکات سے اسلام کو بڑی تقویت ملی، ان کے دورِ حکومت میں اسلام کو پھیلنے اور پھولنے کا موقع ملا لیکن اس کے باوجود یزید کی آڑ لے کر امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے معاملہ میں دشمنانِ صحابہ کا مسموم ذہن شروع ہی سے کارفرما رہا، بے سروپا افسانے گھڑے گئے، الزامات کے تیر وتفنگ داغے گئے، آپ کی شخصیت کو مجروح کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی اور ایسا طوفانِ بدتمیزی برپا کیا گیا کہ اس کی لہروں میں اچھے خاصے فہیم ودانا، سنجیدہ ومتین علماء بھی بہہ گئے، وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی غلطیاں شمار کرنے لگے اور انہیں دشمن اہلِ بیت قرار دینے لگے، جبکہ تاریخ وسیر کا مطالعہ کرنے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ اور اہلِ بیت کے درمیان نہ صرف رشتہ داری اور خاندانی مراسم تھے؛ بلکہ آپس میں اخوت ومحبت کا مضبوط رشتہ بھی تھا، ایک دوسرے سے ہمدردی اور خیر سگالی کا صالح جذبہ تھا، وقتی جذبات اور تعصب وہٹ دھرمی کی رنگین عینک نکال کر ٹھنڈے دل ودماغ سے حضرت

معاویہؓ اور اہل بیت کے حالات اور تعلقات کا جائزہ لیجئے تو معلوم ہوگا کہ جس معاویہ رضی اللہ عنہ کو خانوادہ علی رضی اللہ عنہ کا دشمن سمجھا جاتا ہے، خود اہل بیت سیدنا امیر معاویہؓ کے بارے میں اور سیدنا معاویہؓ کے دل میں خانوادہ علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے کتنی محبت و عقیدت تھی، اور باہم کیسے گہرے مراسم اور دوستانہ تعلقات تھے اور وہ ایک دوسرے کی کس قدر عزت وتکریم کرتے تھے، ذیل میں اس کے چند نقوش پیش کئے جارہے ہیں۔

حضرت معاویہ نبی اکرمؐ کی نظر میں:

اہل بیت کے بانی حضرت نبی کریمؐ حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں محدثین نے احادیث کی کتابوں میں اس کو جمع کیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کی قدر ومنزلت نگاہِ نبوت میں کس قدر تھی، حضرت امیر معاویہؓ کی اہمیت وفضیلت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپؐ نے انہیں کاتبین وحی میں شامل فرمایا ہے، یہ دلیل ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ امانت دار، دیانت دار اور قابل اعتماد و اطمینان ہیں، اسی لئے نبیؐ نے اپنی زبانِ مبارک سے ان کے فضائل ومناقب بیان کئے ہیں، چنانچہ آپؐ نے فرمایا "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ھَادِیًا مَھْدِیًّا وَاھْدِ بِہٖ" اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا، ہدایت پانے والا بنادے اور ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دیدے (ترمذی، باب مناقب معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر ۳۸۴۲) ایک موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! معاویہ کو قرآن اور حساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے نجات دے۔ (کنزالعمال، باب معاویہؓ، حدیث نمبر ۳۷۵۱۲) اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا" میری امت کا سب سے بڑا لشکر جو بحری لڑائیوں کا آغاز کرے گا اس پر جنت واجب ہے (بخاری، باب ما قیل فی قتال الروم، حدیث نمبر ۲۹۲۴) تاریخ نویسوں نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے بحری راستہ سے جنگ کا آغاز حضرت امیر معاویہؓ نے کیا ہے اس لئے وہ حدیث میں مذکورہ فضیلت کے مصداق ہیں، اس کے علاوہ اور بھی حدیثیں ہیں جس سے حضرت امیر معاویہؓ کی اہمیت وفضیلت اور ان کی رفعت ومنزلت کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت امیر معاویہ علی مرتضیٰؓ کی نظر میں:

حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان قاتلانِ عثمان کے بارے میں شدید اختلاف رہا اور اس اختلاف کی وجہ سے جنگ صفین کا سانحہ پیش آیا، اور دونوں طرف ہزاروں لوگ شہید ہوئے، زمینی علاقے منقسم ہوگئے، بایں ہمہ ان دونوں کے دل متحد تھے، وہ باہم ایک دوسرے کے تئیں محبت ومؤدت رکھتے تھے، ایک دوسرے پر طعن وتشنیع سے گریز کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جنگ صفین کے بعد کچھ لوگوں نے اہلِ شام اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا شروع کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک گشتی مراسلہ اپنے ماتحت علاقہ کے لوگوں کو بھیجا، اور تاکید کی کہ کوئی بھی شخص حضرت معاویہؓ اور اہل شام کو بُرا بھلا نہ کہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے خط میں لکھا کہ ''ہمارے معاملے کی ابتداء یوں ہوئی کہ ہمارا اور اہل شام (معاویہ) کا مقابلہ ہوا اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا خدا ایک ہے، ہمارا اور ان کا نبی ایک ہے، ہماری اور ان کی دعوت ایک ہے، اللہ پر ایمان رکھنے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے میں دونوں برابر ہیں، صرف خونِ عثمان کے بارے میں ہمارے اور ان کے درمیان میں اختلاف ہوا اور ہم اس سے بری ہیں لیکن معاویہ میرے بھائی ہیں (نہج البلاغہ ۱۵۱) اسی طرح حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ دونوں لشکروں کے مقتولین کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "قَتْلَانَا وَقَتْلَاھُمْ فِی الْجَنَّۃِ" ہمارے اور ان کے لشکر کے مقتولین جنت میں

جائیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما ذکر فی الصفین، حدیث نمبر ۳۷۸۸۰) اسی لئے تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے مقتولین کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ انہیں غسل دیا جائے اور کفن دیا جائے، پھر انہوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، اسی طرح حضرت سیدنا علی ؓ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین سے واپسی پر فرمایا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کو بھی غنیمت سمجھو کیونکہ جس وقت وہ نہ ہوں گے تم سروں کو گردنوں سے اڑتا ہوا دیکھو گے (بحوالہ شرح عقیدہ واسطیہ)

حضرت معاویہ ؓ حضرات حسنین ؓ کی نظر میں:

حضرت علی ؓ کے صاحب زادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ ؓ سے خاص تعلق رکھتے تھے، جب کہ حضرات حسنین ؓ کے سامنے جنگ صفین ہوئی اور امیر معاویہ ؓ ان کے والد کے خلاف لڑ رہے تھے، اور ہزاروں لوگ اس جنگ میں شہید ہو چکے تھے، بے شمار عورتیں بیوہ ہو چکی تھیں، اور کئی بچے یتیم ہو چکے تھے، اور ان کے والد کی خلافت کے بعض حصوں پر حضرت معاویہ قبضہ کر چکے تھے، یہ سب باتیں حضرات حسنین کو معلوم تھیں اس کے باوجود حضرات حسنین ؓ حضرت امیر معاویہ ؓ سے تعلقات قائم رکھتے ہیں، حضرات حسنین ؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد میں خلافت کا اہل حضرت معاویہ ؓ کو ہی سمجھتے تھے، اسی لئے حضرت حسن ؓ نے اپنی خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سونپ دی اور ان سے صلح کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی، یہ محض ایک صلح نہیں تھی بلکہ امت مسلمہ کو کشت و خون سے روکنے کی ایک بہترین تدبیر تھی جس کی پیش گوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے بتلا دی، حضرت حسن کی اس صلح کے بارے میں حضرت امام باقر ؒ نے کہا آپ نے جو کچھ کیا وہ اس امت کے لئے ہر اس چیز سے بہتر تھا جس پر کبھی سورج طلوع ہوا۔ (بحار الانوار، ۱۰/۱۶۴۱)

اسی طرح حضرت حسین ؓ نے بھی حضرت امیر معاویہ ؓ کے ہاتھ پر بیعت فرمایا اور ان کی ماتحتی میں کئی جنگیں لڑیں، اور ان سے تعلقات بلکہ رشتہ داری بنائے رکھے ہوئے تھے، اس لئے حضرت امیر معاویہ ؓ کی حقیقی بھانجی آمنہ بنت میمونہ ؓ حضرت حسین کی پہلی بیوی تھی اس لحاظ سے دونوں کے درمیان سسر اور داماد کا رشتہ بھی قائم تھا، اگر حضرات حسنین ؓ کے دل رائی کے دانہ کے برابر بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صاف نہ ہوتے تو وہ کبھی بھی ان سے صلح نہیں کرتے اور ان کی ماتحتی میں جنگیں نہیں لڑتے، ان کا اس طرح نہ کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ حضرت امیر معاویہ ؓ سے عقیدت و محبت رکھتے تھے اور ان کا بے حد ادب و احترام کرتے تھے، ان کے فیصلوں کو صحیح مانتے تھے، کتب تاریخ و سیر اس پر شاہد ہیں کہ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین ؓ دونوں بھائی اکثر سیدنا امیر معاویہ ؓ کے پاس جایا کرتے تھے وہ دونوں کی بہت عزت و تکریم کرتے محبت و شفقت سے پیش آتے اور اپنے برابر تخت پر بٹھاتے اور لاکھوں درہم ان دونوں کو عطا کرتے، حضرت سیدنا حسن ؓ کی شہادت کے بعد حضرت سیدنا حسین ؓ بدستور ان کی مجلس میں تشریف لے جایا کرتے اور حضرت معاویہ ؓ ان کو وظائف اور عطایا سے نوازتے (البدایہ والنہایہ، ۸، ۱۵۰)

ان تاریخی حقائق سے اتنی بات تو ثابت ہوتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ اور اہل بیت کے درمیان دوستانہ اور ہمدردانہ روابط تھے، اجتہادی غلطیوں اور اختلافات کے باوجود وہ ایک دوسرے کا ادب و احترام کرتے تھے، ایک دوسرے کے خلاف غلط بیانی سے گریز کرتے تھے، عزت و حرمت کو سر بازار نیلام نہیں کرتے تھے، اگر کوئی ان کے سامنے فریق مخالف کی برائی کرتا، یا اس کی عزت کو تار تار کرتا تو اسے سختی کے ساتھ منع کر دیتے تھے۔ اللہ تبارک و تعالی سے دعا ہیکہ ہمیں حق بات سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور کج روی اور کج فکری سے ہماری حفاظت فرمائے۔ ●●

ہندوستان کے موجودہ حالات میں ہماری ذمہ داری

مولانا شمشاد علی قاسمی پرتاپگڈھی، خلیفہ حضرت قاری شبیر احمد صاحب استاد شعبہء حفظ مدینہ منورہ

ایک عرصہء دراز سے ہندوستانی مسلمانوں کے دگرگوں حالات پر بحث جاری ہے، نت نئی کمیٹی تشکیل پاتی ہے اور تبصرے و جائزے میں مصروف ہوجاتی ہے۔ وقفے وقفے سے نتائج پیش کیے جاتے ہیں لیکن حالات جوں کے توں بنے ہوئے ہیں۔ بیماری کی تشخیص ہوجاتی ہے لیکن علاج ٹھنڈے بستے میں پڑا رہتا ہے۔ مسیحائی کا چولا پہنے مداری مسلمانوں کے بیچ آتے ہیں اپنا الوسیدھا کرتے ہیں اور جھولا اٹھاکے چل دیتے ہیں۔

مجھے بچپن کا واقعہ یاد آتا ہے کہ ایک دن محلے میں ایک شعبدہ باز کی آمد ہوئی اس نے مختلف قسم کے کرتب دکھائے اور اخیر میں ایک حسین گلدستہ تیار کیا اور بچوں سے مخاطب ہوکر کہا کہ اپنے اپنے گھروں سے روپیہ، پیسہ، گیہوں، چاول لے کرآؤ بدلے میں آپ لوگوں کو گلدستے کے پھول دیے جائیں گے۔ بچوں کو جو میسر ہوا خوشی خوشی لے کر پہنچے لیکن گلدستہ غائب تھا بچے اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔

آج ہندوستانی مسلمان ان معصوم بچوں سے بھی زیادہ بھولے پن کا ثبوت دے رہے ہیں۔ بچے تو خیر گلدستہ دیکھ رہے تھے ان کی امیدوں کا مرکز ان کے سامنے تھا لیکن ہمارے بڑے وعدوں کے بہکاوے میں (جو کہ صرف زبان سے نکلی ہوئی بات ہے) آکر جمہوری طاقت کو ضائع کردیتے ہیں پھر حالات کارونا روتے ہیں۔

اقوام عالم کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو عمومی طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ کامیابی و کامرانی اور شکست و ہزیمت میں خود قوم کے ہی افراد کا ہاتھ رہا ہے۔ باہری افراد پر اعتماد ایسی بیساکھی کا سہارا ہوتا ہے جس سے قدم قدم پر لڑکھڑاہٹ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ہم بارہ یا تیرہ صدی پیچھے جائیں تو دنیا کے نقشے پر دو عظیم قوتیں نظر آتی ہیں، دونوں ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھیں، ایران کے ساسانی حکمران روم کی قیصریت کا خاتمہ کرکے اسے اپنے قبضے میں لینے کی تگ و دو میں تھے۔ ایک ایسا وقت آیا کہ ساسانی حکمران خسرو پرویز اپنی قوم کا مضبوط ہیرو بن کر ابھرا، وہ فتوحات کے جھنڈے گاڑتا آگے بڑھ رہا تھا، اس کے کبر و نخوت کا یہ عالم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کو پرزے پرزے کر دیا تھا، قریب تھا کہ یہ خوں خوار اژدہا روم کو نگل جائے کہ قیصر روم ہرقل نے نئی حکمت عملی سے کام لیا، اپنی قوم کا اعتماد جیتا اور ایک نئے جوش وولولے سے آگے بڑھ کر اپنے زوال پذیر وقار کو بحال کیا اور اپنی قوم کا نام روشن کیا۔

دوسری جانب ماضی قریب میں میر جعفر و میر صادق نے اپنی صفوں کے اندر رہ کر ہی مسلمانوں کی لٹیا ڈبو دی۔

اجتماعی طور پر ہم نے آزادی کے بعد سے ہی باہری طاقتوں کو اپنا نجات دہندہ گردانا اور ان کے پرفریب وعدوں میں اپنا روشن مستقبل دیکھنے کی کوشش کی، آنکھیں پتھرا گئیں لیکن تاریکی کے بادل چھائے ہی رہے جو بھی رپورٹ پیش

کی گئی اس کے تناظر میں ہم نے نہ اپنے حالات کا جائزہ لیا اور نہ ہی مناسب حل نکال سکے۔

ہمارے اندرون سے کچھ افراد قیادت کا نعرہ لے کر اٹھے جن میں سے کچھ تو اپنی نا اہلی کا ثبوت پیش کر رہے ہیں اور جو اہل ہیں ان کو ہماری شک بھری نگاہوں نے راندہ درگاہ کر دیا ہے۔

مکافات عمل ہمارے سامنے ہے، ایک مسلمان کسی جرم میں ملوث ہے تو اسے دہشت گردی سے متصف کیا جاتا ہے، وہیں غیر مسلم ہزار گناہوں کے باوجود ملزم ہی رہتا ہے۔ مسلمان وطن کے لیے اپنی تمام تر قربانیوں کے باوجود عضو ناکارہ ہیں وہیں غیر مسلم غداریوں کے باوجود وطن پرست ہیں۔

ہم نے تن تنہا اپنی بے گناہی کا ثبوت دیا، وطن کے لیے اپنی وفاداری پیش کی لیکن ایک جھنڈے تلے جمع ہو کر کبھی اجتماعی طاقت کا مظاہرہ نہ کر سکے، وقت کے اتار چڑھاؤ نے ہمارے ذہن و دماغ کو اس درجہ معطل کر دیا کہ ہم شعبدے اور حقیقت میں فرق نہ کر سکے، ہم اپنے اندرون سے اتنا خوف زدہ ہیں کہ باہری کمزور حصار ہمیں تحفظ کا موہوم احساس دلاتے ہیں۔

خود اعتمادی ایک بڑی طاقت ہے جس سے انسان کو جینے اور آگے بڑھنے کا حوصلہ ملتا ہے، ہمیں بذات خود اپنے اندر اس احساس کو زندہ کرنا ہوگا کہ ہم ایک بڑی اور مضبوط طاقت ہیں۔ ہماری اجتماعیت کرسی دلا سکتی ہے تو چھین بھی سکتی ہے۔

ملی قائدین اور رہنماؤں سے بدگمانی ایک بڑی کمزوری ہے جو ہمیں ایک جھنڈے تلے جمع ہونے سے روکتی ہے، ہمارے رہنما انسان ہی ہیں، غلطیاں ضرور کریں گے، کون سا ایسا انسان ہے جو غلطیوں سے مبرا ہے؟ کون ہے جس کا دامن بھول چوک سے پاک ہے؟ ہم خود اپنی ذات کا ایمانداری سے جائزہ لیں تو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا اسی لیے بھول چوک اور غلطی کی وجہ سے بدگمانی سے بچیں اور غلطی کرنے والے کو کنارے پر لگانے کے بجائے اس کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ پیدا کریں۔

قائدانہ صلاحیت کے حامل افراد الگ الگ حصوں میں بٹنے کے بجائے ایک جگہ جمع ہوں اور قدم سے قدم ملا کر آگے بڑھیں، یہ چند افراد اگر متحد ہو گئے تو پوری قوم کا متحد ہونا چنداں مشکل نہیں ہے، لیکن علیحدہ طور پر اگر ہر قائد کی یہ خواہش ہو کہ پوری قوم صرف انہی کی پیروی کرے تو یہ ایسا خواب ہے جس کی کوئی ممکنہ تعبیر ہی نہیں ہے۔

حالات کی خرابی اور مسلسل ناکامی نے ہمارے اندر ناامیدی پیدا کر دی ہے جس کی وجہ سے ہم خوش کن نتائج کے بارے میں سوچنے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں جبکہ جہد مسلسل اور عمل پیہم کبھی رائیگاں نہیں جاتے۔ اس کی زندہ مثال ہمارے سامنے حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہ العالی کی ہے جنھوں نے جھوٹے مقدمات میں پھنسائے گئے نوجوانوں کی پیروی کی اور مسیحائی کا حق ادا کیا، مسلکی عصبیت ہمیں بعض اوقات قربانیوں کی ستائش سے روکتی ہے جو کہ سراسر غلط ہے۔

باہری افراد پر ہمارا جو اعتماد ہے وہی ہم اپنے قائدین پر کریں، مختلف ڈگر پر رواں رہنماؤں کو ایک ڈگر پر اکٹھا کرنے کی کوشش کریں، روشنی کی نئی کرن جگائیں، عزم و جد و جہد کو اپنا شعار بنائیں، مستقبل قریب کی تعمیر جدید کے لیے خود کو تیار کریں تاکہ پھر سے کوئی شعبدہ باز ہمارے بھولے پن کا فائدہ نہ اٹھا سکے۔ ■■

اسلامی قیادت صفات اور ذمہ داریاں

مفتی نیاز احمد قاسمی پرتاپ گڈھی، مقیم حال دبئی

میں جب بھی تاریخ اسلامی کے اوراق بنظر مطالعہ پلٹتا ہوں تو اس میں خلفائے راشدین سے لے کر آج تک کے حکمران اور مسلمان ممالک اور ریاستوں کی قیادت کے خدوخال سامنے آتے ہیں تو فطری طور پر خود بخود ایک تقابلی مطالعہ بن جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ اور اس پاک ریاست سے ملحق علاقوں اور خطوں کو اسلامی ریاست کے اصولوں کے مطابق چلانے کے لئے والی عامل اور حکام (گورنر وغیرہ منتخب کرکے بھیجا کرتے تھے۔ ان کے انتخاب کے لئے پہلی شرط تقویٰ (خوف خدا) اور دوسری شرط اہلیت صلاحیت اور مہارت ہوتی تھی۔ ہر کام کے لئے اہل اور مہارت کے حامل شخص کو اس کی صلاحیتوں کے مطابق مالی اجرت (مشاہرہ اور تنخواہ) بھی مقرر فرماتے اور ان کو رہنما اصول عطا فرماتے اور پھر ان عمال کی مصروفیات اور کارکردگی کی نگرانی فرماتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حوالے سے قیادت کی وصیت لکھواتے رہ گئے اور اس میں حکمت اور مشیت الٰہی یہ تھی کہ آئندہ زمانوں میں مسلمان حالات وضروریات کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ اصولوں کے مطابق کوئی مناسب نظام حکومت قائم کروا کر مسلمان عوام اور ریاست کے معاملات احسن طریقہ پر چلائیں۔

اسلام ایک آفاقی اور عالمگیر نظام حیات ہے لہٰذا اس کے اصولوں (قرآن وسنت) میں بدرجہ اتم یہ گنجائش موجود ہے کہ ہر دور اور ہر قوم وملک اور علاقے کے تقاضوں اور ضروریات کے مطابق نظام اور طریقہ کار وضع کیا جائے۔ خلفائے راشدین نے اس اصول پر عمل کرتے ہوئے نظام خلافت کے تحت حکومتیں اور ادارے قائم کئے اور اس سلسلے میں خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کا دور مبارک بے مثال ہے۔ اسی دور میں مختلف امور کی بطریق احسن انجام دہی کے لئے مختلف دیوان قائم ہوئے اور یہی ادارے آج کے جدید ریاستی اداروں کے لئے رہنما اصول قرار پائے۔

امام الحرمین علامہ جوینی لکھتے ہیں کہ اسلامی سربراہ ریاست ومملکت کے لئے تقویٰ وورع (خشوع وخضوع) دونوں لازمی ہیں کیونکہ اسلامی فقہ کے مطابق جب چند روپوں کے معاملے میں فاسق آدمی کی گواہی قبول نہیں ہوتی تو تقویٰ اور خوف خدا سے خالی ایک شخص کو کسی مسلمان ملک وریاست کی اتنی بڑی ذمہ داری کیسے سونپی جاسکتی ہے۔ اس حوالے سے اسلامی تاریخ میں خلفائے راشدین کا ریاستی اور نجی امور میں تقویٰ اور خشیت الٰہی اس انداز کی ہے کہ اگر بعد کی مسلمان قیادتیں ان پر پچاس فیصد پر عمل پیرا رہ جاتیں تو امت کے معاملات یوں نہ بگڑتے۔ اس سلسلے میں حضرت عمر فاروق کا تقویٰ اپنی مثال آپ ہے۔ اس لئے تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فاروق اعظمؓ کے ایمان لانے کے لئے دعا فرمائی تھی۔ ''اے اللہ! حضرت عمر بن خطاب کے ذریعے خاص اسلام کو قوت عطا فرما۔'' آپ کے دور خلافت کی یہ بات تو ضرب المثل بن چکی ہے کہ ''دریائے فرات کے کنارے پیاس سے ایک کتے کے مرنے کی ذمہ داری عمر پر ہوگی''۔

تقویٰ کا لازمی نتیجہ اخلاق فاضلہ ہے جو اسلامی حکمرانوں

کے لئے لازمی ہے۔ اخلاق کی تفصیل بہت طویل ہے لیکن اس کا عرق ونچوڑ یہ ہے کہ مسلمان حکمران صادق اور امین ہو اور عدل واحسان کے ساتھ امور مملکت سرانجام دینے والا ہو۔ اس حوالے سے عمر بن عبدالعزیزؒ کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے ''سر براہ اور حکمران کی مثال بازار کی طرح ہوتی ہے۔'' بازار میں جس چیز کی طلب ہوتی ہے خرید وفروخت کے لئے وہی چیز لائی جاتی ہے۔ اگر بازار میں (حکمران کے ہاں) اعلیٰ اخلاقیات واقدار، صداقت امانت، عدل وانصاف کی مانگ اور طلب ہوگی تو عوام اور رعایا یہی چیزیں لائیں گے ورنہ جھوٹ، ظلم، خیانت اور دیگر اخلاق رزیلہ کا دور دورہ ہوگا۔ حضرت عمر فاروق کے عہد میں ایک والی و حاکم نے اپنے صوبے سے وافر مقدار میں بیت المال کے لئے اموال بھیجے تو امیر المومنین نے فرمایا بیت المال کی طرف زیادہ مال بھیجنا امانت وصداقت کا ثبوت ہے۔ مجلس کے شرکاء میں ایک صاحب نے کہا' امیر المومنین آپ خود امین ہیں اس لئے لوگ خرد برد کا سوچ بھی نہیں سکتے۔

امام ماوردی نے لکھا ہے کہ عوام اپنے حکمرانوں کی تقلید کرتے ہیں اور ان کے اخلاق ومعمولات سے متاثر ہوتے ہیں۔ بادشاہ اور حکمران جس طرح کے اخلاق اور ذوق وشوق کے حامل ہوتے ہیں عوام بھی ان ہی چیزوں کا شغل رکھتے ہیں۔ حجاج بن یوسف کے دور میں لوگ صبح کو ایک دوسرے سے پوچھتے کہ گزشتہ شب کتنے سر قلم ہوئے۔ ولید بن عبدالملک تعمیرات محلات اور باغات کا شوقین تھا۔ اس کے دور میں عوام ان کاموں میں مشغول رہے۔ سلیمان بن عبدالملک نکاح کرنے اور کھانوں کا شوقین تھا۔ اس دور میں عوام نے چار نکاحوں کے علاوہ باندیاں رکھنا اور کام لب و دہن کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا تھا۔ اور پھر جب وہ صاحب یقین اسی پرفتن دور میں آیا تو لوگ دین کی طرف یوں مائل ہوئے کہ گویا خلفائے راشدین کا دور واپس آیا۔ یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز تھے۔ آج کے دور کے مسلمان حکمرانوں کے مشاغل اور اخلاق ومعمولات ملاحظہ کیجئے اور پھر عوام پر نظر ڈالیں۔ عالم اسلام کے حکمران ایک دوسرے کے ساتھ الجھے ہوئے اور عدم تعاون اور عدم اتحاد کا شکار ہیں۔ عوام بھی مختلف اقسام کی فرقہ واریت میں مبتلا ہیں۔ حکمران (الا ماشاء اللہ) امین و صادق نہیں رہے تو مسلمان ریاستوں میں ہر ادارہ کرپشن کا شکار ہو کر زوال پذیر ہو رہا ہے۔ ■■

نعت

دردِ دل سے انساں کو آشنا بنایا ہے
آپؐ نے تو ملبے سے گھر نیا بنایا ہے
سارے عیب والوں کو علم و آگہی دے کر
اُن کو ساری دنیا کا رہ نما بنایا ہے
خوج پرست انساں کو حق شناسیاں دے کر
آپؐ ہی نے مٹّی کو کیمیا بنایا ہے
آپؐ کا ہے وہ اخلاق جوڑے ٹوٹے دل جس نے
آپؐ ہی نے پتھر کو آئنہ بنایا ہے
دشمنوں کے ذہنوں میں نور آشتی ڈالا
آپؐ نے مخالف کو ہم نوا بنایا ہے
پستئ ضلالت سے آدمی نکل آیا
کیسا فیض جاری ہے، کیا سے کیا بنایا ہے
کردیا یقیں پیدا غیر سے نہ ہونے کا
دھوکے زنگ ہر دل کو آئنہ بنایا ہے

مہدیؔ پرتاپگڈھی
۲۸، اسکول وارڈ، پرتاپ گڈھ

اللہ کی طرف سے نبی کریمؐ کی وفات کے اشارے آ گئے تھے

مولانا شمیم احمد مظاہری خطیب ہمالیہ ڈرگ کمپنی، بنگلور

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے بقائے دوام کو صرف اپنے لیے خاص کیا ہے اور باقی ساری مخلوق کے لیے فنا کو لازم کیا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ: {کل نفس ذائقة الموت} (آل عمران: ۱۸۵) کہ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ نیز اللہ تعالی فرماتا ہے: {لا إله إلا هو كل شيء هالك إلا وجهه له الحكم وإليه ترجعون} (قصص: ۸۸) کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، ہر شئے فنا ہونے والی ہے سوائے اس کے چہرے کے؛ وہی حکومت کا مالک ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ نیز فرمایا: کہ زمین پر جو کچھ ہے وہ فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گا تیرے رب کا چہرا جو کہ بزرگی اور عزت والا ہے۔ (رحمن: ۲۶)

تو اللہ تبارک وتعالی نے ہر مخلوق کے لیے موت کو مقرر کیا ہے اور وہ کسی بھی حال میں اس سے بچنے والا نہیں؛ حتی کہ انبیاء کرام بھی اس سے مستثنی نہیں ہیں، خود نبی کریمؐ کی وفات کے بارے میں قرآن میں کئی آیات نازل کی گئی ہیں اللہ فرماتا ہے: اِنک میت واِنھم میتون (زمر: ۳۰) کہ بے شک آپ بھی وفات پانے والے ہیں اور یہ لوگ بھی۔ لیکن اللہ تبارک وتعالی انبیاء کرام کو ان کی وفات سے قبل ان کا جنت والا ٹھکانہ بھی دکھا دیتا ہے اور وفات سے قبل ان کو اختیار بھی دیتا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو ان کو مزید زندگی دی جائے اور اگر وہ سفر آخرت کو ترجیح دیں تو اللہ کی جانب سے ملاقات کا بلاوا آ گیا ہے۔ ہم اس مختصر مضمون میں بعض ان اشاروں کو بیان کریں گے جو کہ اللہ نے اپنے نبی کی وفات سے قبل خود آپ کو اور آپ کے صحابہ کو دیے تھے۔

نبی کریمؐ کی وفات سے کئی ماہ قبل ہی اللہ تعالی نے آپ کو ایسے اشارے دے دیے تھے کہ اب آپ کو اللہ تعالی اپنے پاس بلانے والا ہے، حجۃ الوداع میں آپ نے خود اعلان فرمایا کہ مجھ سے حج کے احکام سیکھ لو، ہوسکتا ہے کہ میں اس سال کے بعد حج نہ کرسکوں۔ اسی موقعہ پر یوم عرفہ کو میدان عرفات میں دین اسلام کی تکمیل کے اعلان پر مشتمل آیت: الیوم أکملت لکم دینکم اِلخ نازل ہوئی جس میں اشارہ آ گیا کہ اب آپ پردہ فرمانے والے ہیں؛ اس لیے کہ آپ کی بعثت کا جو مقصود تھا وہ حاصل ہوگیا۔

اس سلسلہ میں سب سے واضح اشارہ سورۂ نصر کی ان آیات میں آیا: إذا جاء نصر الله والفتح ورأيت الناس يدخلون في دين الله أفواجاً فسبح بحمد ربك واستغفره إنه كان تواباً۔ اس سورت میں یہ کہا گیا کہ جب اللہ کی مدد آ گئی، مکہ مکرمہ فتح ہوگیا، لوگوں کی جماعت کی جماعت دین میں داخل ہونے لگی؛ تو اب آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کیجیے اور اس سے مغفرت طلب کیجیے؛ بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اس آیت میں آپ کو یہ اشارہ دیا گیا کہ آپ کو دین کی دعوت وتبلیغ کی جو ذمہ داری دی گئی تھی اسے آپ کامیابی کے ساتھ پورا کر چکے ہیں، اللہ کا دین قائم ہوگیا ہے، اب آپ کو اللہ کے پاس جانا ہے۔ بعض صحابہ کرام نے اس اشارہ کو سمجھ بھی لیا تھا۔ مفسر قرآن حضرت ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں یہی منقول ہے کہ اس میں نبی کریمؐ کی وفات کی خبر دی گئی ہے۔ حضرت عمرؓ اپنے دور خلافت میں حضرت ابن عباس کی رائے کو اہمیت دیتے تھے، جس پر یہ اشکال کیا جاتا تھا کہ یہ نو عمر ہیں۔ حضرت

عمر نے حضرت ابن عباس کا علمی مقام ظاہر کرنے کے لیے ایک مجلس میں یہ سوال کیا کہ اس سورت میں کیا کہا گیا ہے؟ حاضرین نے آیت کے ظاہری معنی بیان کر دیے کہ اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ جب فتح ونصرت حاصل ہو تو توبہ واستغفار کریں۔ پھر حضرت عمر نے حضرت ابن عباس سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ اس آیت میں اللہ نے آپ کی وفات کی خبر دی ہے۔ حضرت عمر نے اس کی تصویب کی اور کہا کہ میں بھی اس آیت کا یہی مطلب سمجھتا ہوں۔ پھر لوگوں سے کہا کہ تم نے دیکھ لیا کہ میں ان کو کیوں مقدم کرتا ہوں!

اسی آیت کے بارے میں حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ یہ آیت ایام تشریق کے درمیان نازل ہوئی اور رسول اللہؐ نے اس سے یہ سمجھ لیا کہ یہ الوداعی حج ہے۔

اسی طرح مسند احمد کی روایت ہے کہ حضورؐ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنی ازواج سے یہ فرمایا کہ بس یہی حج ہے پھر تمہیں چٹائیوں کو لازم پکڑنا ہے۔ اس میں یہ اشارہ دیا گیا کہ بس میرا یہ آخری حج ہے اس کے بعد حج کا موقعہ نہیں آئے گا اور تمہیں باقی زندگی گھر میں رہ کر گزارنی ہے۔

اسی طرح نبی کریمؐ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ سے سے فرمایا کہ جبریلؑ ہر سال ایک مرتبہ قرآن کا دور کرتے تھے اور اس سال دو مرتبہ کیا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ اس کی اور کوئی وجہ ہو سکتی ہے سوائے اس کے کہ میرا وقت موعود قریب آ گیا ہے۔

روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریمؐ کو دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی کے درمیان اختیار دیا گیا تھا اور آپ نے آخرت کی زندگی اور اللہ عزوجل کی ملاقات کو ترجیح دی۔ محمد ابن اسحاق نے روایت بیان کی کہ ابو مویہبہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہؐ نے رات کے وقت بلایا اور فرمایا کہ اے ابو مویہبہ! مجھے حکم ہوا ہے کہ میں بقیع والوں کے لیے استغفار کروں تم میرے ساتھ چلو۔ کہتے ہیں کہ میں آپ کے ساتھ چلا جب آپ اہل بقیع کے سامنے کھڑے ہوئے تو اہل قبور کو سلام کرنے کے بعد فرمایا کہ تم جس دنیا میں ہو وہ تمہارے لیے اس دنیا سے زیادہ خوشگوار ہو جس میں لوگ ہیں، فتنے نزدیک آ گئے ہیں اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح، آخری فتنہ پہلے فتنے کے پیچھے چلا آ رہا ہے، آخری فتنہ پہلے فتنے سے زیادہ برا ہے۔ کہتے ہیں کہ پھر حضور میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے ابو مویہبہ! مجھے دنیا کے خزانوں کی چابیاں اور دنیا کی زندگی کا دوام اور جنت دی گئی اور پھر مجھے دنیا کی زندگی اور اپنے رب کی ملاقات اور جنت کے درمیان اختیار دیا گیا۔ ابو مویہبہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان! دنیا کے خزانوں کی چابیاں، دنیا کی طویل زندگی لے لیں اور پھر جنت کو اختیار کر لیں۔ آپ نے فرمایا کہ ابو مویہبہ! بخدا ایسا نہیں کروں گا، میں نے تو اپنے رب کی ملاقات اور جنت کو اختیار کر لیا ہے یہ کہہ کر آپ نے اہل بقیع کے لیے استغفار کیا اور واپس لوٹ گئے اور پھر آپ کو وہ تکلیف شروع ہوئی جس میں آپ کا وصال ہوا۔ (مسند احمد، بیہقی دلائل النبوۃ، مستدرک حاکم طبرانی کبیر، دارمی)

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ اللہ نے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا تو اس بندے نے آخرت کو اختیار کر لیا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رونے لگے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر ایک بندے کو اللہ نے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا اور اس نے آخرت کو اختیار کر لیا تو یہ بزرگ کس وجہ سے رو رہے ہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ اس بندے سے خود رسول اللہؐ مراد تھے اور حضرت ابو بکر ہم میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ (بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الخوخۃ والممر فی الصلاۃ)

■■

حضرت محمد اورنگزیب عالمگیرؒ

مفتی محمد مشرف مظاہری، سابق استاذ جامعہ حسینیہ عملہ پور

ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگزیب عالمگیر مغلیہ خاندان کا چھٹا بادشاہ تھا۔ 3 نومبر 1618 عیسوی کو مالوہ کی سرحد پر پیدا ہوا۔ عالم گیر کا خطاب والد شاہجہان نے دیا۔ اورنگزیب کی والدہ ارجمند بانو تھیں جو ممتاز محل کے نام سے مشہور تھیں۔ اورنگزیب کو سید محمد، میر ہاشم اور ملا صالح جیسے علام کی شاگردی کا موقعہ ملا۔ مغل بادشاہوں میں اورنگزیب پہلا بادشاہ تھا جس نے قرآن شریف حفظ کیا اور فارسی مضمون نویسی میں نام پیدا کیا۔ اس کے علاوہ گھڑسواری تیراندازی اور فنون سپہ گری میں بھی کمال حاصل کیا۔ سترہ برس کی عمر میں 1636 کو دکن کا صوبیدار مقرر ہوا۔ اس دوران اس نے کئی بغاوتوں کو فرو کیا اور چند نئے علاقے فتح کیے، بلغ کے ازبکوں کی سرکوبی جس جوانمردی سے کی اس کی مثال تاریخ عالم میں مشکل سے ملے گی۔

حضرت اورنگزیبؒ نے جس دور میں آنکھ کھولی وہ مادہ پرستی کا عظیم دور تھا، اس کا باپ شاہجہان عشاق کی دنیا کا عظیم تر انسان تھا جس کی عاشقی کا منہ بولتا ثبوت آج بھی تاج محل کی صورت میں موجود ہے۔ یوں ہی نورالدین جہانگیر اور جلال الدین اکبر بھی کسی سے کم نہ تھے، لیکن اورنگزیب ایک الگ فطرت لے کر پیدا ہوا۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی ہندوؤں اور مسلمانوں کی فضول رسمیں ختم کیں اور فحاشی کا انسداد کیا، نشاط و سرور کی محفلیں ناپسند کیں، خوبصورت مقبروں کی تعمیر و نمائش ممنوع قرار دی۔ قوال، نجومی اور شاعر موقوف کر دیئے۔ شراب افیون اور بھنگ بند کر دی۔ درشن جھروکا کی رسم ختم کی۔ بادشاہوں کو سلام کرنے کا اسلامی طریقہ رائج کیا، سجدہ کرنا ہاتھ اٹھانا موقوف ہوا۔ سکوں پر کلمہ لکھنے کا دستور ختم کیا، کھانے کی جنسوں پر سے ہر قسم کے محصول بھی ہٹا دیئے۔

اورنگزیب کی یہ ابتدائی تبدیلیاں تھیں جو اسے دوسروں سے نمایاں کر رہی تھیں، عدل و انصاف اسے وراثت میں ملے ہوئے تھے جس کی ایک مثال اس کے دادا جہانگیر کی زنجیر عدل ہے۔ تاریخ سے یہ بھی شواہد ملتے ہیں کہ اس کے آباء کی دعائیں بروقت قبول ہوتی تھیں جیسا کہ ظہیر الدین بابر کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے اپنے بیٹے ہمایوں کو قریب المرگ دیکھ کر چارپائی کے پاس چکر لگاتے ہوئے دعا کی ’’اے میرے پروردگار اگر میری عمر میرے بیٹے کی عمر سے زیادہ ہے تو میری عمر میرے بیٹے کو بخش دے اور اس کی جگہ موت مجھے دے دے‘‘ تاریخ گواہ ہے کے یہ دعا بروقت قبول ہوئی، ہمایوں ٹھیک ہوگیا اور بابر راہی عدم ہوگیا۔ یوں بھی متفقہ فیصلہ ہے کہ ایک عادل حکمران کی دعا چالیس اولیاء اللہ کی دعاؤں سا اثر رکھتی ہے۔

حضرت اورنگزیبؒ کو جہاں دنیا مغلیہ شہنشاہ کی حیثیت سے جانتی ہے وہیں علماء کی ایک جماعت اسے مجذوب اور ولی کی حیثیت سے پہچانتی اور یاد کرتی ہے۔ اسی مجذوب کی مجذوبیت کے پیش نظر ایک واقعہ پیش کیا جارہا ہے جو اورنگزیب کی مجذوبی اور عدل وانصاف کو ظاہر کرتا ہے۔

واقعہ اس طرح کا ہے کہ ایک بار دہلی میں قتل کی ایک واردات ہوئی، عدالت نے اس قاتل کو سزائے موت سنا

دی، جب رحم کی درخواست بادشاہ کے پاس پہونچی تو بادشاہ نے وہ درخواست بھی مسترد کر دی۔

پھانسی سے ایک روز پہلے کی بات ہے کہ قاتل کا غمزدہ بھائی پریشانی کے عالم میں بازار میں گھوم رہا تھا کہ ایک نامعلوم شخص نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔اس نے دیکھا کہ اس کے سامنے ایک غلیظ لباس والا بوڑھا شخص کھڑا ہے جس کا سر اور پورا جسم گرد آلود ہے۔اس کے چہرے سے فاقہ زدگی ٹپک رہی ہے۔اس شخص نے صرف دو لفظ کہے بھوک، روٹی۔اسے بوڑھے کی حالت پر ترس آ گیا اور اس نے قریبی دکان سے اسے کھانا کھلایا، اس نے دیکھا کہ وہ شخص وحشیوں کی طرح کھانا کھا رہا ہے۔کھانے سے فارغ ہو کر بوڑھے شخص نے اس سے مخاطب ہو کر کہا ’’مانگ کیا مانگتا ہے‘‘ غمزدہ شخص مسکرایا کہ جسے کھانے کو نہ جانے کب سے کچھ نہ ملا ہو وہ مجھے کیا دے گا، بوڑھے نے دوبارہ تحکم آمیز انداز میں کہا ’’مانگ کیا مانگتا ہے‘‘ اس پر وہ شخص بولا کل صبح میرے بھائی کو پھانسی دی جا رہی ہے اسے رکوا سکتے ہو۔یہ سن کر بوڑھے مجذوب کی کیفیت ہی بدل گئی، خوف اس کے چہرے سے ٹپکنے لگا اور وہ موت موت دیر ہو گئی کے عجیب و غریب الفاظ کہتے ہوئے ایک طرف کو بھاگ نکلا۔

اگلے دن وہ آدمی آخری ملاقات کے لئے آٹھ بجے قید خانے کے باہر پہنچ گیا۔اچانک اس نے دیکھا بادشاہ اورنگزیب گھوڑے پر سوار قید خانے کی طرف آ رہا ہے، قید خانے کے عملے میں بادشاہ کی اس غیر متوقع آمد پر کھلبلی مچ گئی۔بادشاہ سیدھا اندر چلا گیا اور قید خانے کے داروغہ سے پھانسی پانے والے آدمی کے کاغذات طلب کیے اور اس پر حکم لکھا ’’قاتل کو فوراً رہا کیا جائے‘‘ قید خانے کا داروغہ اس حکم نامے پر ششدر تھا، بادشاہ نے پہلی بار اپنا سزائے موت کا فیصلہ منسوخ کیا تھا۔بہرحال بادشاہ کے حکم کے تحت قاتل کو رہا کر دیا گیا۔قاتل ہنسی خوشی اپنے بھائی کے ساتھ گھر چلا گیا اور بادشاہ بھی واپس چلا گیا۔

پھانسی کا وقت دس بجے مقرر کیا گیا تھا، متعلقہ آفیسر قاتل کو پھانسی لگانے قید خانے پہنچا تو قید خانے کے داروغہ نے اسے قاتل کی رہائی کے متعلق سب کچھ بتا دیا۔حاکم نے داروغہ کی بات پر یقین کرنے سے انکار کر دیا اور سیدھا محل جا پہنچا۔وہاں جا کر اسے پتہ چلا کہ شہنشاہ باہر جانے کے لیے کہیں نکلے ہی نہیں۔یہ سن کر اس کے ہوش اُڑ گئے۔اس نے فوراً بادشاہ کو ملاقات کا عریضہ بھیجا، بادشاہ نے اسے اندر بلا لیا اور تفصیل سنتے ہی سخت مشتعل ہو گیا اور افسر کو لے کر سیدھا قید خانے پہنچا۔قید خانے کا داروغہ ڈر کے مارے کانپ رہا تھا اور کانپتے کانپتے بادشاہ کو وہ سب کچھ بتایا۔’’آپ اتنی دیر پہلے تشریف لائے تھے اور قاتل کی رہائی کا یہ تحریری حکم دیا تھا‘‘ بادشاہ نے حکمنامہ دیکھا جس پر مہر اور دستخط بھی اصلی تھے۔کچھ دیر سوچنے کے بعد گویا بادشاہ معاملے کی تہہ تک پہنچ گیا، اس نے داروغہ سے پوچھا ’’ہم قاتل کو آزاد کرنے کے بعد کس طرف گئے تھے‘‘ داروغہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ آپ ادھر گئے تھے۔بادشاہ بڑی تیزی سے اسی طرف روانہ ہو گیا اور جلد ہی ایک ویرانے میں داخل ہو چکا تھا اس نے کچھ دیر اور چلنے کے بعد دیکھا ایک مجذوب دوڑتا ہوا جا رہا ہے وہ خوف زدہ ہے اور بار بار مڑ کر پیچھے دیکھ رہا ہے۔بادشاہ کے گھوڑے نے اسے جلد ہی جا لیا۔وہ سر جھکائے خاموش کھڑا ہو گیا۔بادشاہ نے مجذوب سے پوچھا نظام میں خلل ڈالنے کی سزا معلوم ہے ؟ مجذوب نے جواب میں ایک لفظ کہا ’’موت‘‘ پھر ایسا کیوں کیا ؟ بادشاہ نے پوچھا ’’وعدہ کر چکا تھا‘‘ مجذوب نے مختصر جواب دیا۔اب اپنی گردن پیش کرو، بادشاہ نے حکم دیا۔مجذوب نے گردن بڑھا دی بادشاہ کی تلوار لہرائی اور مجذوب کا سر دور جا گرا۔

مغل بادشاہ عالمگیر کا یہ واقعہ بادشاہ اور مجذوب کے درمیان کشمکش کی انوکھی داستان ہے جس میں بادشاہ اور مجذوب دونوں ہی جیت گئے۔اس طرح کے مجذوب نے اپنا مقصد حاصل کر لیا اور اورنگزیب عالمگیرؒ نے مجرم کو نہیں تو اس کے وکیل اور نجات دہندہ کو سزا دے کر عدل و انصاف کی مثال قائم کردی۔

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اورنگزیبؒ خود بھی اس نظام میں کسی عہدے پر فائز تھا جس نظام کا یہ پُر اسرار مجذوب حصہ تھا۔دیکھا جائے تو اورنگزیبؒ ہر گز اس تک نہ پہنچ پاتا اگر وہ اس پائے کا شخص نہ ہوتا۔

یہ سلطنت مغلیہ کی کہکشاں کا چھٹا ستارہ احمد نگر میں بیمار ہوا اور تین مارچ سترہ سو آٹھ کو نوے برس کی عمر میں فوت ہوا وصیت کے مطابق اسے خلد آباد میں دفن کیا گیا۔خلد آباد کے قریب ایک مقام اورنگ آباد ہے جس میں اورنگزیبؒ کی مختلف یادگاریں آج بھی محفوظ ہیں۔یہ شہنشاہ بڑا پرہیزگار، مدبر اور اعلی درجے کا منتظم تھا۔خزانے سے ذاتی خرچ کے لیے ایک پائی بھی نہ لی۔قرآن مجید لکھ کر اور ٹوپیاں سی کر گزارہ کرتا تھا۔

وہ سلجھا ہوا ادیب تھا،اس کے خطوط رقعات عالم گیر کے نام سے مرتب ہوئے۔نظام حکومت چلانے کے لیے اس کے حکم پر ایک فتاویٰ تصنیف کی گئی جسے تاریخ میں ''فتاویٰ عالمگیری''کہا جاتا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف تلوار کا دھنی تھا بلکہ قلم کا بھی بادشاہ تھا۔فتاویٰ عالمگیری فقہ اسلامی میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے،اس لیے بعض علماء دین نے سلطان کو اپنے دور کا مجدد بھی قرار دیا ہے۔

سلطان نے لواحقین میں پانچ بیٹے اور پانچ ہی بیٹیاں چھوڑیں۔مشہور شاعرہ زیب النساء مخفی ان ہی کی دختر تھیں۔بیٹا محمد معظم باپ کی سلطنت کا وارث ہوا۔

■■

نعت

یادِ نبیؐ میں راتوں کو روتا نہیں کوئی
دامن کو آنسوؤں سے بھگوتا نہیں کوئی

نامِ رسولؐ پر نہ درود و سلام ہو
ایسا بھی بدنصیب تو ہوتا نہیں کوئی

موقع تجھے ملا ہے تو آنکھیں کھلی ہی رکھ
ناداں درِ حبیبؐ پہ سوتا نہیں کوئی

تابشؔ! حرم ہے، روضۂ جنّہ ہے اور تو
ایسے حسین لمحوں کو کھوتا نہیں کوئی

ڈاکٹر تابشؔ مہدی
ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی

حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ: حیات وخدمات

● مولانا محمد سلمان اسعدی مظاہری ●

ذوالحجہ کی دسویں تاریخ تھی، عید الاضحی کا مبارک دن تھا، پورے عالم میں خوشیاں منائی جارہی تھیں۔ٹھیک دو پہر پونے تین بجے خوشی ومسرت کے اس مبارک موقع پر یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیلی، جسے جس کسی نے سنا اسکا چہرہ سرخ ہوگیا۔اور کیوں نہ ہوتا عالم اسلام کی عظیم المرتب مایہ ناز ہستی، علم وفضل کا پیکر، تزکیہ نفس و روحانیت کا پیشوا، ہزاروں مریدین کا کامل شیخ، ہزاروں مدارس عربیہ کا سرپرست، علماء کاندھلہ کا چشم و چراغ، دارالعلوم دیوبند کا رکن شوریٰ، مظاہر العلوم کا سرپرست اعلیٰ، قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کا اکلوتا بیٹا، انکا جانشین، انکا خلیفہ پیر طریقت حضرت مولانا پیر محمد طلحہ صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ اس دار فانی کو چھوڑ کر دار البقاء کی طرف رخصت ہو چکا تھا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسی دن کی شب میں ٹھیک گیارہ بجے قبرستان حاجی شاہ کمال سہارنپور کے وسیع میدان میں جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم صدر جمعیۃ علماء ہند کی اقتداء میں ہزاروں افراد نے جنازہ کی نماز ادا کی اور پھر وہیں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔حضرت پیر صاحب کا اس طرح اچانک چلے جانا امت مسلمہ کیلئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔اور رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا کہ ''موت العالم موت العالَم'' کہ ایک عالم دین کی موت پورے عالم کی موت ہے۔اس کا حقیقی مشاہدہ حضرت پیر صاحبؒ کے وصال مبارک پر محسوس ہوا۔ایک عام مسلمان سے لیکر بڑے سے بڑے اکابرین تک ہر کوئی انکی کمی محسوس کررہا تھا۔ہر کوئی یہ سوچ میں مگن تھا کہ ایسا علم وفضل اور تصوف وسلوک کا حسین سنگم انہیں کہاں ملے گا؟

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت مولانا پیر محمد طلحہ صاحب کاندھلویؒ کی پیدائش 2/ جمادی الاولی 1360ھ مطابق 28/ مئی 1941ء بروز دوشنبہ کو ہوئی۔حفظ قرآن 16/ رجب 1375ھ مطابق 29/ فروری 1956ء میں مکمل ہوا، جس کی تکمیل حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری علیہ الرحمہ کی پرنور مجلس میں ہوئی اور پہلی محراب 1386ھ میں مسجد شاہ جی دہلی میں سنائی۔2/ جمادی الاولی 1386ھ مطابق 5/ دسمبر 1965ء کو مظاہر العلوم سہارنپور میں فارسی تعلیم کا آغاز ہوا۔فارسی تعلیم کی تکمیل کے بعد عربی کی ابتدائی تعلیم کیلئے نظام الدین گئے۔وہاں مختلف اساتذہ سے تعلیم حاصل کرکے 1381ھ میں واپس سہارنپور آئے اور جامعہ مظاہر العلوم میں داخلہ لے کر شرح جامی، ہدایہ اولین، مقامات حریری وغیرہ پڑھیں۔1383ھ میں مدرسہ کاشف العلوم سے آپ نے دورۂ حدیث مکمل کیا۔آپ نے بخاری شریف حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ سے، طحاوی شریف حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے، ترمذی ومسلم شریف حضرت مولانا عبید اللہ صاحبؒ سے اور ابوداؤد شریف حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلویؒ سے پڑھیں۔(آپ بیتی جلد دوم)

تربیت کے سلسلے میں خود حضرت پیر صاحب فرماتے ہیں کہ والد محترم حضرت شیخ محمد زکریا نور اللہ مرقدہ کی ذات چونکہ اس وقت کے علماء ومشائخ کے لئے مرجع تھی اور علماء واتقیاء کی کچے گھر میں خوب آمد رہا کرتی تھی۔اس لئے ان بزرگان دین

سے بچپن ہی سے استفادے کا خوب موقع ملا۔ حضرت مولانا مفتی سعید احمد اجراڑویؒ، شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ، مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ، مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ، جیسے اکابر کی خدمت میں میرا بچپن گذرا ہے۔

حضرت پیر صاحب نے اپنے لقب ''پیر صاحب'' کے بارے میں بتاتے ہوئے ایک دلچسپ واقعہ بیان فرمایا کہ ''ایک مرتبہ اپنے کتب خانہ یحیوی پر بیٹھا کھیل کھیل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو بیعت کر رہا تھا، اتنے میں حضرت مدنیؒ کا تانگہ آگیا، حضرت تانگہ سے اترے اور مجھے بیعت کرتے دیکھا تو فرمایا کہ ''مجھے بھی بیعت کرلیں''، میں نے بلا تکلف کہہ دیا کہ آئیے اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت کرلیا۔ اس کے بعد سے حضرت مدنیؒ مجھے ''پیر صاحب'' ہی کہہ کے پکارتے اور ایک طرح سے یہ میرا لقب پڑ گیا۔''

آپ میں بسی صفت اولیاء اللہ کو اجاگر کرتے ہوئے خود شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ لکھتے ہیں کہ ''صاحبزادہ گرامی عزیز گرامی قدر مولوی محمد طلحہ میری زندگی ہی میں حافظ و عالم، ذاکر شاغل اور صاحب اجازت ہوگئے اور ان پر شروع سے حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی خاص نگاہ شفقت تھی اور بعض اوقات حضرت نے ان کی خاطر اپنے سفر کا پروگرام ملتوی فرمادیا اور فرمایا ''طلحہ نے مجھے روک دیا۔'' اللہ تعالیٰ نے حضرت پیر صاحب کو انتظامی صلاحیت، توازن و اعتدال تواضع اور خدمت کا جذبہ اور اصابت رائے کا جوہر عطا فرمایا تھا جو انکی پدری میراث بھی تھی۔ وہ شیخ المشائخ حضرت مولانا عبد القادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے نیز حضرت شیخ الحدیثؒ نے انکی خصوصی تربیت فرمائی تھی اور امکانی حد تک ان کے اندر صاحبزادگی اور مخدومیت کی بو نہیں پیدا ہونے دی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت پیر صاحبؒ اپنے والد ماجدؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انکے جانشین اور خلیفہ بنے۔

مہمان نوازی میں حضرت شیخ محمد زکریا نور اللہ مرقدہ کی فیاضی اور ان کے دسترخوان کی وسعت بڑی مثالی تھی، حضرت پیر صاحب کے یہاں بھی اس کا بڑا اہتمام اور التزام ہوا کرتا تھا، ہر خاص و عام کسی کی بھی خدمت میں کوئی کمی نہیں ہونے دیتے تھے، اس کیلئے خدام کو باقاعدہ تاکید کیا کرتے۔

حضرت پیر صاحب خانقاہ خلیلیہ کے ذریعے سے دنیا بھر کے لاکھوں افراد کی اصلاح فرمائی۔ اسکے علاوہ سن 1400ھ سے آپ باضابطہ مظاہر علوم سہارنپور کے رکن شوریٰ اور چند سال تک اس کے جنرل سکریٹری کے عہدہ پر فائز رہے اور تاحیات سرپرست شوریٰ رہے، اس طرح دار العلوم دیوبند کی شوری کے بھی تاحیات رکن رہے۔ اسی کے ساتھ ہزاروں دینی و مذہبی اداروں کے آپ سرپرست رہے۔

زندگی کے آخری لمحات میں حضرت پیر صاحب طویل عرصہ تک بیمار رہے۔ ایک لمبے عرصہ تک مدینہ منورہ میں بھی زیر علاج رہے اور صحت یاب ہو کر ہندوستان واپس آئے ابھی کچھ وقفہ ہی گزرا تھا کہ آپ کی طبیعت پھر سے خراب ہوگئی۔ جس کے علاج کیلئے آپ کو میرٹھ کے آنند ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ جہاں تصوف وسلوک کے اس پیکر نے 10 / ذی الحجہ 1440ھ مطابق 12 / اگست 2019ء بروز پیر ٹھیک پونے تین بجے عید الاضحی کے مبارک موقع پر اپنی آخری سانس لیتے ہوئے اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کی نماز جنازہ میں ہزاروں مسلمان، علماء وعوام، اکابرین ومشائخ نے شرکت کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور ہم تمام کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نو رستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

●●

دعوت دین اور سوشل میڈیا

محمد عرفان شیخ یونس سراجی

سوشل میڈیا کے توسط سے معلوم ہوتا ہے کہ روز افزوں متعلمین اور علمیت بگھارنے والے کی کثرت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ایسے ایسے عاقبت نااندیش کو دیکھا گیا ہے جنہیں قرآن وحدیث پر مکمل دسترس نہیں ہے تاہم عوام الناس میں واہ واہی اور داد وتحسین بٹور رہے ہیں، عربی قواعد وضوابط سے ہیچ مداں اور ناواقف کار ہیں پھر بھی اپنے تبحر علمی اور رفقہ اسلامی کا ببانگ دہل اعلان کرتے پھر رہے ہیں، قرآن مجید غلط پڑھ رہے ہیں اس کا ترجمہ غلط کر رہے ہیں، اس کے اعراب اور تلفظ کی ادائیگی کما حقہ ادا نہیں کر پا رہے ہیں، منہج نبویؐ سے کوسوں دور ہیں، سیرت رسول سے نابلد ہیں، سلف صالحین کے طرز عمل سے کورے ہیں باوجود اس کے لوگوں میں اپنی علمیت وترفع پسندی اور جذبہ انا کو باور کرا رہے ہیں۔

میں نے جب سوشل میڈیا پر ایک بھائی کا بیان سنا جو عرصہ دراز سے میدان دعوت وتبلیغ سے مرتبط ہے، تو انگشت بدنداں رہ گیا، بہت افسوس ہوا، کلیجہ منہ کو آرہا تھا، دل کر رہا تھا کہ اسے جا کر دو چار کان کے نیچے دھر دیں۔ ٹھیک ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ انسان خطاؤں کا پتلا ہے، دانستہ اور نادانستہ طور پر غلطیوں کا صدور ہو جاتا ہے، تاہم ایک بات قابل مواخذہ ہے وہ یہ کہ جانتے ہوئے لوگوں کو راہ راست سے راہ ضلال کی طرف ڈھکیلنا، منہج سلف صالحین کو چھوڑ کر من گھڑت وخود ساختہ قصے، حکایات، فرسودہ ودقیانوسی کہانیاں کو مرجع ومصدر سمجھنا، اہل علم طبقہ کو علمی واصولی چیلنج دینا، اور انہیں اپنے سامنے ہیچ اور کمتر سمجھنا جو کہ نہایت ہی غیر دیندارانہ، غیر اسلامیانہ، احمقانہ اور جاہلانہ عمل ہے۔ جو ہرگز کسی صورت میں قابل قبول نہیں۔

دعوت وتبلیغ میں کچھ بنیادی اصول ہیں جن کی پاسداری غایت درجہ ضروی ہے:

1۔ قرآن وسنت کی ترویج واشاعت سے قبل ان سے متعلق علوم ومعلومات کا ہونا شرط ہے۔

2- منہج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کے نہج کے تناظر میں فریضہ دین انجام دینا واجب ہے۔

3- آیات قرآنی صحیح تلفظ اور درست اعراب، صحیح معتمد تفاسیر کے ترجمے کے ساتھ عوام الناس کو گوش گزار کریں۔

4- صحیح احادیث کی معرفت کی بنا من گھڑت وخود ساختہ احادیث کو بیان نہ کریں، احادیث کی صحت وضعف کے بارے میں محدثین کے اقوال کی روشنی میں معلومات رکھیں۔

5- قرآن کریم اور سنت نبویہ کا احترام کریں، قرآن مجید کو صحیح پڑھنا سیکھیں، ورنہ عربی زبان میں فتحہ کی جگہ ضمہ اور ضمہ کی جگہ کسرہ پڑھنے سے معانی بدل جاتے ہیں۔

6- کسی دیگر مقاصد سے قطع نظر دعوت دین خالص اللہ کی رضامندی اور خوشنودی کے لیے ہو، ورنہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

7- علمیت بگھارنے، لوگوں میں اپنی شخصیت کو ظاہر کرنے سے گریز کریں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ ہمیں سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں فریضہ دین ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

● ●

دنیا اسلام سے ڈرتی ہے مسلمانوں کو ڈراتی ہے

زین شمسی، نئی دہلی

ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں عالمی طاقتوں نے ضرور انہیں اپنے حصار میں لے رکھا ہے۔ بیشتر مسلم ممالک کی باضابطہ نگرانی ہو رہی ہے اور کئی ممالک میں غیر ملکی فوج کے بوٹوں کی بے ہنگم چیخیں معصوم و بے بس مسلمانوں کو اعصابی شکست سے دوچار کر رہی ہیں۔ ہندوستان میں لنچنگ کا خوفناک کھیل اور کشمیر کی پراسرار یرغمالی نے ملک کے کروڑوں مسلمانوں کو خائف کر رکھا ہے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کے اکابرین، قائدین، رہنما اور دانشوران بھی ایسے حالات سے خود کو نکالنے کے بجائے دشمنوں کی چوکھٹ پر قطار بند ہیں اور مظلوموں کی مرثیہ خوانی کے بجائے ظالموں کے قصیدہ خواں ہوتے جا رہے ہیں۔

لیکن سچ بات تو یہ ہے کہ دنیا کی تمام غیر اسلامی اور غیر اللہ قومیں مسلمانوں سے بے حد خوفزدہ ہیں۔ جب آپ گہرائی اور گیرائی کے ساتھ مطالعہ ومشاہدہ کریں گے تو آپ کو محسوس ہوگا کہ یہود و نصاریٰ کو آج بھی خالد بن ولید کی تلوار خوفزدہ کرتی ہے۔ انہیں آج بھی عمر و علی کا انصاف لرزہ براندام کرتا ہے۔ دنیا آج بھی محمدؐ کے فلسفہ زندگی سے نہ صرف متاثر ہو رہی ہے بلکہ انہیں اس بات کا ڈر ستا رہا ہے کہ اگر ان کے پیروکاروں کو امن وشانتی کے ساتھ رہنے دیا جائے تو دنیا میں انصاف کا دبدبہ قائم ہو جائے گا۔

غور کیجئے! پاکستان کو چھوڑ دیں تو تمام مسلم ممالک بغیر ایٹم بم کے ہیں۔ 30 سے زائد مسلم ممالک بغیر ماڈرن انڈسٹری کے ہیں۔ تمام مسلم ممالک میں جدید تعلیم سائنس و ٹکنالوجی کا فقدان ہے۔ بیشتر مسلم ممالک بنیادی سہولتوں کے لئے ترقی یافتہ یا پھر ترقی پذیر ممالک پر منحصر ہے۔ گویا وہ اپنے پیروں پر بھی کھڑے نہیں ہو سکے ہیں تب بھی دنیا انہیں ترچھی نظر سے دیکھتی ہے۔

عراق پر بمباری کے باوجود عراقیوں سے ڈرتی ہے۔ اسرائیل کو تمام تر جدید اسلحوں سے لیس کرنے کے باوجود فلسطینیوں کے حوصلے سے ڈرتی ہے۔ ایران پر سالہا سال کی پابندیوں کے باوجود ایرانیوں کے ہنر وتعلیم سے لرزتی ہے۔ نیویارک لندن پیرس ماسکو بیجنگ کی شاندار عمارتوں اور سڑکوں کا موازنہ کرتے ہوئے دبئی کی طرف دیکھتی ہے تو خواہ مخواہ ہی جلتی ہے۔ گویا یوروپ امریکہ کا خلیج سے کوئی موازنہ نہیں۔ دوسرے لفظوں میں کہیں تو طاقت تعلیم صحت روزگار سیکورٹی اور سہولت کے تمام وسائل و ذرائع سے لیس غیر مسلم ممالک کے مقابلے مسلم دنیا بالکل بونی اور کمزور ہے۔ وہ ٹھیک طرح سے ایک دن کی لڑائی کے قابل نہیں ہے۔ تو پھر مسلم دنیا سے ترقی یافتہ دنیا کا اتنا بغض کیوں؟ اتنی نفرت کیوں؟

کچھ تو ہوگا مسلمانوں کے پاس جس کے خوف سے نکلنے کے لئے مسلمانوں پر ظلم ہو رہے ہیں۔ کچھ تو نظر آیا ہوگا یہود و نصاریٰ بدھ وہنود کو مسلمانوں میں کہ ان کی کمر توڑنے کی ہر ممکنہ کوشش جاری ہے۔ کیا چیز ہے جو وہ لوگ دیکھ رہے ہیں مگر مسلمان نہیں دیکھ پا رہے ہیں۔

کہیں وہ اذان تو نہیں جو روزانہ پانچ وقت فلاح وترقی کی

طرف بلاتی ہے۔ جسے سن کر اصنام اوندھے منہ گرتے تھے مگر اب مسلمانوں کے کان ہی بہرے ہو گئے ہوں۔ دوسری قومیں اذان کا مطلب سمجھتی ہیں اس لئے وہ مسلمانوں سے ڈرتی ہیں کہ کہیں مسلمان بھی اذان کا مطلب نہ سمجھنے لگ جائے۔

کہیں وہ روزہ تو نہیں کہ بھوکے رہ کر بھوکوں کے بھوک کا احساس کرنا اور صبر و برداشت کے سہارے تکلیف دہ حالات سے اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے گزر جانا۔ کیا یہ پریکٹس غیر قوموں کو ڈراتی نہ ہوگی۔

کہیں یہ زکوٰۃ تو نہیں کہ جس کے منظم ہوتے ہی غریبی کا خاتمہ یقینی ہے۔ کیا غیر قومیں اس سسٹم سے خوفزدہ نہیں۔ مسلم دشمن طاقتوں کو بس ایک ہی خوف ستا رہا کہ کہیں مسلمان اسلام کو سمجھنے نہ لگیں۔

اسی لئے ان کی تمام کوششیں اس بات پر مرکوز ہیں کہ مسلمانوں کو کئی خانوں میں بانٹ دیا جائے اور اس کے لئے مسلمانوں کے ہی اکابرین وعلما کا سہارا لیا جائے۔ کسی کو نواز دیا جائے کسی کو انعام دیا جائے کسی کو عہدہ دیا جائے۔

مسلم مخالف طاقتوں نے بڑی آسانی کے ساتھ مسلمانوں کو ہی مسلمانوں کا دشمن بنا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک کو پٹتے دیکھ کر دوسرا خوش ہو رہا ہے۔ بغیر یہ سمجھے کہ بس ان کی باری آنے والی ہے۔

یہ سارے مظالم جبر وتشدد صرف اس لئے کئے جا رہے ہیں کہ مسلمان اتنے الجھ جائیں کہ انہیں اسلام یاد ہی نہ آئے۔ ●●

نعت

کس منہ سے کہوں حضرتِ سلطانِ مدینہ
مجھ کو بھی ملے سایۂ دامانِ مدینہ
گل سے بھی ہوا خارِ مغیلانِ مدینہ
جنت سے فزوں تر ہے بیابانِ مدینہ
میں دولتِ کونین کو خاطر میں نہ لاؤں
پا جاؤں اگر خاکِ گلستانِ مدینہ
کیا خواہش دنیا کا بھلا اس میں گذر ہو
جس دل میں رہیں حسرت و ارمانِ مدینہ
دیکھے تو کوئی عرش نشینوں کی نظر سے
کیا شے ہے بلندئ دبستانِ مدینہ
دل سینے میں شاداں تو مری روح ہے رقصاں
اے صلّ علیٰ بوئے گلستانِ مدینہ
تابشؔ تجھے پڑھنی ہو تو پڑھ نعتِ محمدؐ
ہونا ہو اگر کچھ تو ہو قربانِ مدینہ

طلحہؔ تابشؔ پرتاپ گڈھی
ویسٹ سہودر پور، پرتاپ گڈھ

مختصر تاریخ اسلام

سلسلہ وار کالم

مدینہ طیبہ میں اسلام

مولانا محمد میاںؒ

پہلی قسط

سوال: مدینہ طیبہ میں اسلام کاسلسلہ کس طرح سے شروع ہوا؟

جواب: حج وغیرہ کے موقعوں پر تمام عرب کے آدمی مکہ مکرمہ آیا کرتے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔مگر وہ یہ کہہ کر مذاق اُڑاتے کہ پہلے اپنی قوم کو تو مسلمان بنالو۔نبوت کے دسویں سال خدا کی رحمت نے حج کے بڑے مجمع میں سے چند مدینے والوں کے دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کی طرف متوجہ کر دیے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دردآمیز مشفقانہ وعظ نے ان کے دلوں میں جگہ کرلی اور نسیم رحمت نے ان میں سے دو کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا متوالہ بنادیا۔

سوال: ہر چیز کا کوئی ظاہری سبب ہوا کرتا ہے اس سال مدینہ والوں کی توجہ کا کوئی ظاہری سبب ہو تو بتاؤ؟

جواب: باہمی جھگڑے اور اندونی تباہی بھی ایک تقاضہ پیدا کررہی تھی کہ کسی کامیابی کے راستہ کو تلاش کریں۔

(۲) یہودی قوم جو مدینہ میں رہتی تھی وہ اپنی مذہبی کتابوں کے بموجب یہ خبر دیا کرتی تھی کہ جلد ہی نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں گے اور پھر ہم اُن کی پیروی کرکے سب پر غالب ہوجائیں گے۔انصاری حضرات نے جب آپ سے پوری پوری سچائی پائی تو یقین کرلیا کہ یہ وہی نبی ہیں اور کوشش کی کہ اس دولت کو سب سے پہلے حاصل کرکے یہودیوں پر پالا جیت لیں۔

سوال: ان دو آدمیوں کے کیا نام تھے؟

جواب: (۱) اسعد بن زرارہ (۲) ذکوان بن عبس قیس رضی اللہ عنہما۔

سوال: یہ آدمی کس قبیلے کے تھے؟

جواب: قبیلہ اوس کے

سوال: ان دونوں بزرگوں نے مسلمان ہو کر کیا کیا؟

جواب: جو ہر مسلمان کا فرض ہے اُس کو پوری طرح ادا کیا یعنی شرم، لحاظ، رشتہ ناطہ، جان کا خوف یا مال کا خطرہ، غرض تمام چیزوں سے بے پرواہ ہو کر اسلام کی تبلیغ بڑے زور سے کی اور تمام مصیبتوں کو مردانہ وار برداشت کیا۔

سوال: ان کی کوشش کا نتیجہ کیا ہوا اور اُس کا پہلا ظہور کیا تھا؟

جواب: ایک سال نہ گزرنے پایا تھا کہ سچائی کی روشنی نے دلوں میں اُجالا پیدا کرنا شروع کردیا۔خدا کی رحمت تھی اور ان دونوں بزرگوں کی کوشش کہ اگلے سال پھر اسی موقع پر مدینہ کے آدمی حاضر ہوئے اور ان سے چھ یا آٹھ نفوس کھلم کھلا مسلمان ہوگئے۔

سوال: مسلمان ہونے والے حضرات کی کوششوں کا اگلے سال کیا نتیجہ ظاہر ہوا؟

جواب: تیسرے سال مدینہ کے بارہ آدمیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

سوال: بیعت کے کیا معنی ہیں؟

جواب: عہد کرنا اور اصلی معنی ہیں بیچ دینا۔گویا بیعت کرنے والا اپنے آپ کو اس کے ہاتھ بیچ دیتا ہے جس سے بیعت کرتا ہے۔

سوال: اس بیعت کا کیا نام ہے اور کیوں؟

جواب: اس بیعت کو بیعت اولیٰ کہتے ہیں۔بیعت

کے معنی معلوم ہو چکے۔ عقبہ کے معنی پہاڑ کے گھاٹی اور اولیٰ کا ترجمہ پہلی چوں کہ ایک خاص گھاٹی کے پاس سب سے پہلی بیعت یہی ہوئی تھی۔ اس وجہ سے اس کا نام بیعت عقبہ اولیٰ رکھا گیا۔

سوال: یہ بارہ آدمی کون کون سے قبیلے کے تھے؟ تفصیل وار بیان کرو۔

جواب: دس قبیلہ اوس کے اور دو قبیلہ خزرج کے۔

سوال: اس بیعت میں کن چیزوں پر عہد لیا گیا تھا؟

جواب: (۱) خوشی ہو یا رنج، تنگدستی ہو یا فراخی۔ ہر صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کریں گے۔

(۲) اچھی باتوں کی تبلیغ کریں گے، بُری باتوں سے روکیں گے۔

(۳) خداوندی دین کے بارے میں کسی شخص کی رنجش، بُرائی یا ملامت کا کوئی خیال نہ کریں گے۔

(۴) جس طرح اپنی عورتوں، بچوں اور اپنی جانوں کی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کریں گے۔

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان تمام مصیبتوں کا کیا بدلہ مقرر کیا گیا؟

جواب: جنت۔

سوال: ان حضرات کی تعلیم کے لیے کن کن کو بھیجا گیا تھا؟

جواب: حضرت ابن مکتومؓ اور حضرت مصعب بن عمرؓ کو۔

سوال: مدینے آنے والوں کی ترتیب بیان کرو؟

جواب: اوّل یہ دو حضرات پھر حضرت عمارؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت سعدؓ پھر حضرت عمر فاروقؓ بیس آدمیوں کے ساتھ پھر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم۔

سوال: نئے اور پرانے مسلمانوں کی تبلیغ کا چوتھے سال کیا نتیجہ ہوا؟

جواب: مدینے والوں کی ایک بڑی جماعت جن کی تعداد (۷۳) تھی۔ اسی موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئی اور اسلام قبول کرلیا۔

سوال: اس واقعہ کا نام کیا ہے اور کیوں؟

جواب: بیعت عقبہ ثانیہ کیوں کہ ایک خاص گھاٹی کے پاس یہ دوسری بیعت تھی۔ ثانیہ کے معنیٰ دوسری۔

سوال: یہ بیعت نبوت سے کون سے سال ہوئی؟

جواب: تیرہویں برس۔

سوال: اس بیعت میں کن کن باتوں پر عہد ہوا؟

جواب: شرک، چوری، زنا سے بچیں گے اور قتل الاد کے مرتکب نہ ہوں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرمائیں گے اس سے منہ نہ موڑیں گے اور اپنی عورتوں اور بچوں کی طرح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کی حفاظت کریں گے۔

خلاصہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حج جیسے مجمعوں میں تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ نبوت کے دسویں سال مدینہ طیبہ کے دو آدمی اسی تبلیغ کے سلسلے میں مسلمان ہو گئے۔ گیارہویں سال ۶ یا ۸ اور بارہویں سال ۱۴ آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے، اس کا نام بیت عقبہ اولیٰ ہوا، اور پھر نبوت سے تیرہویں سال یعنی چوتھی مرتبہ ۷۳ آدمیوں نے بیعت کی جس کا نام بیت عقبہ ثانیہ ہوا۔

● ●

شیر میسور حضرتِ ٹیپو سلطان شہیدؒ

یادرفتگاں

قاری محمد سلطان اسعدی، ناظم مدرسہ مدنیہ ابراہیمی سہارنپور

ہندوستان کی جنگ آزادی کی تاریخ اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتی جب تک سرزمین میسور کے عظیم فرماں روا، شیر دل حضرت ٹیپو سلطان شہید (۱۷۵۰ء-۱۷۹۹ء) جس کو دنیا سلطان ابوالفتح فتح محمد ٹیپو سے جانتی ہے ایسی عظیم شخصیت کا تذکرہ نہ کیا جائے۔ حضرت ٹیپو سلطان ایک ایسے بادشاہ تھے جو جدید فکر، اختراعی قوت، شجاعت و جرأت کے حامل تھے۔ جو اپنی ایجادات و انکشافات سے اپنی رعایا کے لئے سہولیات پیدا کرنے میں ہمہ تن جدوجہد کرتے رہتے تھے، ان کی صلاح و فلاح کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے اور اپنی رعایا میں ہر طرح سے امن وآشتی، پیار و محبت، حق وصداقت، حب الوطنی کی فضا عام کرنے میں ہر طرح کے احکامات جاری کرتے رہتے تھے۔ آپ نے میسور جیسی چھوٹی ریاست کو عالم گیر سیاست کا مرکز بنا دیا تھا۔ آپ کے تعلقات انگلستان کے علاوہ دیگر کئی ممالک سے تھے، آپ کا کاروباری سلسلہ کئی ممالک سے زوروں پر چلتا تھا۔ آپ اُس زمانے میں بھی گلوبل بزنس کی راہ پر گامزن تھے۔

آپ کی ولادت ضلع کولار میں بنگلور سے ۳۳ کلو میٹر دور دیون ہلی میں ہوئی۔ حضرت ٹیپو کا نام ارکاٹ کے ولی ٹیپو مستان شاہ کے نام پر ٹیپو اور اپنے والد فتح محمد کے نام پر فتح علی رکھا گیا۔ ٹیپو کے والد حیدر علی اگرچہ تعلیم یافتہ نہیں تھے لیکن انھوں نے اپنے بیٹے کو تمام علوم وفنون سے آراستہ و پیراستہ کیا تھا۔

حضرت ٹیپو سلطان کی زندگی کا آغاز اس وقت ہوا جب اس برصغیر میں انگریزوں کا ستارہ بام عروج پر تھا۔ اس وقت کسی بھی حکمراں میں یہ ہمت و جرأت نہیں تھی کہ انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرے وہ اٹھارہ سال کا نوجوان ٹیپو ہی تھا جس نے میسور کی پہلی جنگ ۱۷۶۷ء سے ۱۷۶۹ء میں مدراس کے علاقے میں پہنچ کر انگریزوں کو ایسا مجبور کر دیا کہ وہ جہازوں میں پناہ لینے میں عافیت سمجھے۔ میسور کی دوسری جنگ جس کی قیادت کرنل بیل کر رہے تھے ٹیپو کی فوج نے ان کو اس طرح اپنے مضبوط شکنجہ میں لے لیا کہ آدھی فوج تباہ ہوگئی اور جو لوگ بچے ان کو حراست میں لے لیا گیا اور خود کرنل بیل گرفتار ہوا جسے سری رنگا پٹنم لاکر قید کیا گیا اور اسی قید خانے میں اس کی موت ہوئی۔ ٹیپو ایک ایسا شجاعت و جرأت کا بادشاہ تھا جس نے سر ہکڑ منرو جو ایک بڑا سورما سمجھا جاتا تھا جس نے بکسر کی جنگ میں تین زبردست بادشاہوں مغلیہ شہنشاہ شاہ عالم کو، بنگال کے میر قاسم کو اور اودھ کے نواب شجاع الدولہ کو بہ یک وقت شکست دے کر ہیرو بن گیا تھا، ٹیپو نے اس کو اس طرح مجبور کیا کہ وہ اپنے سارے توپ، گولے کانجی ورم تالاب میں پھینک کر خود اپنی جان بچاتے ہوئے مدراس کی طرف بھاگا۔ یہی حال میسور کی دوسری جنگ میں کرنل بریتھ ویٹ کا ہوا۔ اس کی ساری فوج سلطان کے ہاتھوں پسپا ہو کر خود بریتھ ویٹ گرفتار ہوا اور قید کی ہَوا کھاتا رہا۔ میسور کی تیسری جنگ جنرل میڈوس شکست کھا کر اتنا مایوس ہوا کہ خودکشی کی ذلت سے بمشکل بچالیا گیا۔ میسور کی چوتھی جنگ میں نپولین کا فاتح ڈیوک آف ولنگڈن بھی سلطان کے حملہ

کی تاب نہ لا کر اپنی جان بچاتے ہوئے جنرل ہیارس کے کیمپ میں پناہ گزیں ہوا۔

انگریز جب ہر طرف سے ناکام ہوگئے اور یہ سمجھ گئے کہ اب ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہیں تو انھوں نے ایک پلان بنایا کہ انھیں میں سے کچھ لوگوں کو اپنا ہم نوا بنایا جائے جو ٹیپو کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں، چناں چہ انھوں نے اس کام کے لیے ٹیپو کے وزیر مالیات میر صادق کو پیسے اور عہدے کا لالچ دے کر فوجی بغاوت پر آمادہ کرلیا جس نے ۴/مئی ۱۷۹۹ء کی صبح میں انگریزی فوج کو ٹیپو کے قلعہ میں اچانک گھس آنے کا موقع فراہم کر دیا جس وقت ٹیپو سلطان کھانا کھا رہے تھے فوراً تیار ہو کر لڑنے کے لئے باہر آگئے اور اپنی جواں مردی سے انگریزی فوج سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا اور رہتی دنیا تک کے انسانوں کو یہ پیغام دیا:

''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کے صد سالہ زندگی سے بہتر ہے''۔ ●●

ایک یہودی عالم کی وصیت

مولانا محمد سفیان اسعدی استاذ جامعہ حسینیہ عملہ پور

مدینے کے نواح میں بسنے والے یہودی قبیلے بنو قریظہ کے ایک شخص کا بیان ہے کہ اسلام سے چند سال پیشتر شام کا ایک یہودی جسے ابن الہیبان کہا جاتا تھا، ہمارے پاس آیا، اللہ کی قسم پانچ وقت کی نماز پڑھنے والوں میں ہم نے اس سے بہتر کوئی نہیں دیکھا۔ خشک سالی میں ہم اس سے دعا کرنے کو کہتے تو وہ پہلے ہم سے صدقہ دلاتا، پھر ہمیں ساتھ لے کر باہر نکلتا اور بارش کی دعا کرتا، اللہ کی قسم وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹتا حتی کہ ابر آتا اور مینہ برستا، اس نے کئی مرتبہ ایسا کیا۔ پھر اس کی موت قریب آگئی، اس کو جب اپنے مرنے کا علم ہوا تو کہا: ''اے گروہِ یہود! کیا تم جانتے ہو کہ کون سی چیز مجھے شراب وخمیر والی زمین سے تکلیف اور بھوک کی سرزمین کی طرف لے آئی؟'' ہم نے جواب دیا ''تمھیں بہتر جانتے ہو۔'' میں اس شہر اس لئے آیا تھا کہ ایک نبی کے ظہور کا انتظار کروں جس کا زمانہ قریب ہے۔ یہ شہر اس کی ہجرت گاہ ہے۔ مجھے تمنا تھی کہ وہ مبعوث ہو اور میں اس کی پیروی کروں۔ اب تمہارے لئے اس کا زمانہ قریب ہے۔ پس اے گروہ یہود! ایسا نہ ہو کہ اس کی طرف کوئی اور تم پر سبقت لے جائے۔ وہ ذاتِ مبارک خونریزی پر بھی مجبور ہوگی۔

مخالفوں کی عورتیں اور بچے بھی اس کے قیدی بنیں گے۔ یہ باتیں تمہیں اس پر ایمان لانے سے نہ روک دیں'' پھر جب کئی سال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تو یہودی نوجوانوں نے اپنے بزرگوں سے کہا کہ یہ تو وہی نبی ہے جس کی خبر ابن الہیبان نے دی تھی۔ بوڑھے یہودی نہ مانے لیکن نوجوانوں نے اصرار کیا کہ صفات کے لحاظ سے یہ وہی ہے، پھر وہ آئے اور انھوں نے اسلام اختیار کرلیا۔ ان نوجوانوں میں ثعلبہ بن سعید، اسید بن سعید اور اسد بن عبید شامل تھے۔ بنو قریظہ کو غداری کی سزا دی گئی تو ان نوجوانوں کی جانیں، اموال واملاک اور اہل وعیال محفوظ رہے۔ (ابن ہشام)

اذکار ودعائیں

مولانا محمد اشفاق قاسمی، بنگلور

سُبْحَانَ اللهِ

اللہ تعالیٰ تمام کمزوریوں سے اور تمام عیبوں سے پاک ہے۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بہت خوش ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گذرے اور میں پودا لگا رہا تھا۔ فرمایا ابوہریرہ کیا لگا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا اپنے لئے پودا لگا رہا ہوں، ارشاد فرمایا: کیا میں تمھیں اس سے بہتر پودے نہ بتا دوں میں نے عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سُبْحَانَ اللهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا، ان میں سے ہر کلمے کے بدلے میں تمہارے لئے جنت میں ایک درخت لگا دیا جائے گا۔

ہمیں چاہئے کہ ہم سُبْحَانَ الله اور اَلْحَمْدُ لِلّٰه خوب پڑھیں تاکہ ہمارے بہت سارے درخت جنت میں لگ جائیں۔

اس ذکر کی برکت سے ہماری زبان بھی بری باتوں سے محفوظ رہے گی۔ ہاں ایک بات یہ کہ جب بھی سیڑھیوں سے یا کسی اونچی جگہ سے نیچے اتریں تو بھی سُبْحَانَ اللهِ کہنا چاہئے۔

میزان میں وزنی کلمات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں میزان میں بھاری ہیں رحمان کو محبوب ہیں۔

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ

پاک ہے اللہ اور اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے اللہ عظمت والا۔ (صحیح بخاری)

دین پر ثابت قدم رہنے کی دُعا

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا بکثرت مانگا کرتے تھے:

يَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ٥

اے دلوں کو پھیرنے والے! میرا دل اپنے دین پر جما دے۔

وہ کلمات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔

کہنا مجھے ہر اس چیز سے محبوب ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ (مسلم)

فقہ وفتاویٰ

معاملات۔شیئرز وسرمایہ کاری

سوال: کمپنی اپنا پروڈکٹ جو فیکٹری میں بناتی ہے اس کی قیمت فکس کرتی ہے ہول سیل مارکیٹ کو کیپچر (Capture) کرنے کے لئے، جیسے کہ (دودھ کا پیک، کوکنگ آیل، فلاور، فرنیچر یعنی ٹیبل، کرسی وغیرہ)، اگر ایسی کسی کمپنی کے ساتھ انویسٹمنٹ کی جاتی ہے، تو ظاہر ہے کمپنی کو پتا ہے کہ ایک پروڈکٹ پر کتنا منافع ہوگا۔ اگر کمپنی انویسٹ کردہ اماؤنٹ اور منافع کو اکٹھا دینے کے بجائے ۵۰/ ہفتوں میں برابر تقسیم کر کے ہفتہ واری انکم دے تو کیا وہ انکم جائز ہوگی؟ پے ڈائمنڈ کمپنی ڈائمنڈ کی تیاری کے بعد انٹرنیشنل مارکیٹ میں فکس قیمت پر فروخت کرتی ہے جس پر ایک منافع کی قیمت ہمارے ساتھ طے ہو جاتی ہے۔ پتھر کو جیسے ہی فیکٹری میں پروسیس کرنا شروع کرتی ہے، تو ایڈوانس میں پروڈکٹس کے آرڈر بُک ہو جاتے ہیں، جس میں ہمیں ہمارے پرافٹ اور انویسٹ کردہ اماؤنٹ جو پہلے سے کمپنی کے ساتھ طے کیا جاچکا ہے، ۵۰/ ہفتوں پر تقسیم کر کے ہفتہ واری ہمارے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہونے لگتی ہے۔ کیا یہ انکم شرعاً جائز ہے؟

جواب: (۱): کمپنی کو اگرچہ یہ معلوم رہتا ہے کہ ایک پروڈکٹ پر اسے کتنا نفع ہوگا؟ لیکن یہ متعین نہیں ہوتا کہ ایک ہفتہ میں کمپنی کتنے پروڈکٹس تیار کر سکے گی اور کتنے مارکیٹ میں سیل ہوں گے؟ بلکہ ایک پروڈکٹ پر نفع بھی متعین نہیں ہوتا؛ کیوں کہ بعض مرتبہ میٹریل کا ریٹ گھٹ یا بڑھ جاتا ہے یا مزدور کی مزدوری بڑھ جاتی ہے یا پروڈکٹ کی ٹوٹ پھوٹ بڑھ جاتی ہے یا کم ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے لازمی طور پر پروڈکٹ کا نفع بھی کم یا زیادہ ہو جاتا ہے؛ اس لیے انویسٹ کردہ اماؤنٹ کے تناسب سے متعینہ منافع پر انویسٹمینٹ کرنا شرعاً جائز نہ ہوگا۔

(۲): اس صورت میں بھی اگر انویسٹ کردہ اماؤنٹ کے تناسب سے متعینہ منافع پر معاملہ ہوتا ہے، مثلاً اگر کوئی شخص ایک لاکھ روپے انویسٹ کرتا ہے تو اسے ہر ہفتہ ۴/ ہزار روپے کا نفع ملے گا تو شرعاً یہ بھی ناجائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم، دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

معاملات۔بیع وتجارت

سوال: غیر مسلم کے ساتھ مشترکہ تجارت کرنا کیسا ہے؟ جبکہ معلوم ہو کہ غیر مسلم جو رقم تجارت میں لگا رہا ہے وہ بینک سے لون پر لی گئی رقم ہے۔ مثلا: زید اور رمیش مل کر کاروبار شروع کرنا چاہتے ہیں، دونوں نے 5 ہزار روپے لگائے، رمیش نے جو پیسے لگائے وہ بینک سے لون لے کر لگائے۔ (واضح رہے کہ لون اس نے خود لیا ہے اس کا تعلق نا تو زید سے ہے نا کاروبار سے)۔ برائے کرم، بتایئے کہ کاروبار شروع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مشترکہ کاروبار میں اگر کوئی غیر مسلم اپنی رقم بینک سے لون لے کر لگائے، تو شرعا مسلمان کے لیے اس کے ساتھ کاروبار کرنا ناجائز نہیں ہے، لون لینے کا تعلق غیر مسلم سے ہوگا اور لون لی ہوئی رقم میں کوئی خبث نہیں ہوتا ہے؛ ہاں غیر مسلم کے لون لینے میں اگر شریک مسلمان کا کسی طرح کا تعاون ہو، مثلا: لون لینے کے لیے مسلمان شریک دستاویز

وغیرہ پر دستخط کرے یا اپنی کوئی جائداد وغیرہ گارنٹی کے لیے دے، تو اس طرح حاصل ہونے والے لون سے مسلمان کے لیے کاروبار میں فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

معاشرت۔اخلاق و آداب

سوال: اگر کوئی شخص فیس بک پر مجھے لکھ کر سلام کرے، تو کیا جواب دینا ضروری ہے؟ اگر میں جواب نہ دوں یا اختصار کر کے دوں، تو کیا اس کی گنجائش ہے؟

جواب: خط، تحریر، میسیج کا جو حکم ہے وہی فیس بک کا بھی ہے کہ فیس بک پر کسی نے سلام کیا تو اس کو پڑھ کر زبان سے جواب دینا واجب ہے۔ ہاں اگر تحریری طور پر جواب دینے کا ارادہ ہے تو زبانی نہ دے کر بعد میں تحریری بھی دے سکتا ہے۔

قال في الرد اذا كتب اليك رجل بالسلام في كتاب و وصل اليك وجب عليك الرد باللفظ او بالمراسلة لان الكتاب من الغائب بمنزلة الخطاب من الحاضر والناس عنه غافلون (ردالمحتار: ۹/۴۹۵)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

معاملات۔وراثت و وصیت

سوال: میری ماں کے پاس کچھ زیوارت ہیں اور ہم تین بھائی اور دو بہنیں ہیں، میری ماں نے ان زیورات کو تین جگہ تقسیم کر رکھا ہے، کیا اس میں بہنوں کا کچھ حصہ ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کتنا؟ براہ کرم، مدلل جواب دیں۔

جواب: آپ کی ماں نے اُن زیورات کو تین جگہ تقسیم کر کے آپ تینوں بھائیوں کو دے کر اگر مالک و قابض بنا دیا ہے تو آپ تینوں بھائی اپنے اپنے حصے کے مالک ہو گئے، اس میں بہنوں کا حصہ نہیں، آپ لوگ اگر اس میں سے بہنوں کو کچھ حصہ دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں، اور ماں کو چاہئے تھا کہ جس طرح لڑکوں کو حصہ دیا اسی طرح لڑکیوں کو بھی حصہ دیتیں، تاکہ عطیہ و ہبہ میں تمام اولاد کے درمیان عدل و مساوات کا معاملہ رہتا، یہ افضل ہے، اور اگر ماں نے زیورات کو تین حصوں میں کر کے ابھی اپنی ہی ملکیت میں رکھا ہے اور وہ اولاد کے درمیان تقسیم کرنا چاہتی ہیں تو بہتر یہ ہے کہ ان میں پانچ حصے کر لیں اور ایک ایک حصہ تمام لڑکے، لڑکیوں کو دیدیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

عبادات۔صلاۃ (نماز)

سوال: میرے دوست کے گھٹنے کا آپریشن ہوا ہے اور اس کے دوسرے پیر میں بہت درد رہتا ہے، اس لیے وہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے، مگر وہ صف کے درمیان میں امام کے پاس سے تین مصلی چھوڑ کر کرسی رکھتا ہے، جب وہ اقامت کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو تھوڑا سا پیچھے ہٹ جاتا ہے اور پھر صف میں شامل ہو جاتا ہے تو کیا اس سے نماز پر کوئی اثر پڑتا ہے اور کیا صف کے دوسرے مصلیوں کی نماز پر کوئی اثر پڑتا ہے؟ براہ کرم، رہنمائی فرمائیں۔

جواب: اسے چاہئے کہ پہلے ہی اپنی کرسی ایسی جگہ رکھے کہ نماز کی حالت میں قیام وقعود کے وقت دائیں اور بائیں دونوں طرف مصلیوں کی محاذات میں رہے۔ اقامت کے وقت پیچھے ہٹنے اور بعد میں صف میں شامل ہونے کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

(دارالافتاء دیوبند ڈاٹ کام کے شکریہ کے ساتھ۔ یہ تمام فتاویٰ دارالعلوم کی ویب سائٹ سے لئے گئے ہیں) ■

رات کو جلدی سونا اور صبح جلدی اٹھنا کیوں ضروری؟

جنید عبد القیوم شیخ، شولاپور

بنجامین فرینکلین کا ایک قول ہے: "Early to bed and early to rise makes a man healthy, wealthy and wise."

رات کو جلدی سونا اور صبح جلدی اٹھنا انسان کو صحت مند، دولت مند اور عقلمند بناتا ہے۔ کیا حقیقت میں رات کو دیر سے سونے اور دن میں دیر سے اٹھنے سے صحت کو نقصان ہوتا ہے؟ اور اس کے برعکس کیا رات کو جلدی سونے اور دن کو جلدی اٹھنے سے صحت اچھی رہتی ہے؟ کیا آپ جانتے ہیں آپ کے جسم کے اندر ایک حیرت انگیز حیاتیاتی گھڑی (Biological Clock) ٹِک ٹِک کر رہی ہے۔ یہ گھڑی بہت ٹھیک وقت بتاتی ہے۔ یہ حیاتیاتی گھڑی آپ کے بہت سے جسمانی افعال کو کنٹرول کرتی ہے۔ جس میں نیند کا وقت بھی شامل ہے۔

رات گیارہ بجے سے شب تین بجے تک آپ کا زیادہ تر خون جگر میں جمع ہوتا ہے۔ خون جگر میں پہنچنے سے جگر کچھ بڑا ہو جاتا ہے۔ یہ ایک اہم وقت ہوتا ہے کیوں کہ اس وقت آپ کا جسم فاسد مادوں سے نجات حاصل کر رہا ہوتا ہے۔ یہ وہی وقت ہے جب آپ کا جگر جسم میں دن بھر کے دوران جمع ہونے والے زہریلے فاسد مادوں کو توڑ کر ناکارہ بنانے میں مصروف ہوتا ہے۔ لیکن آپ اس وقت نہ سوئیں تو آپ کا جگر زہریلے مادوں کو جسم سے خارج کرنے کا عمل ٹھیک طور پر انجام دینے سے قاصر رہے گا۔ جگر کو یہی کام انجام دینے کے لیے چار گھنٹے درکار ہوتے ہیں اور یہ آپ پر انحصار ہے کہ آپ جگر کو کام کرنے کے لیے کتنا وقت دیتے ہیں۔ اگر آپ 12 بجے سوئے تو جگر کو تین گھنٹے ملیں گے اگر آپ ایک بجے سوئے تو جگر کو دو گھنٹے ملیں گے اور اگر آپ دو بجے سوئے تو پھر جگر کو زہریلے مادوں کی صفائی کے لیے صرف ایک گھنٹہ ملے گا اور اگر آپ رات تین بجے کے بعد سوتے ہیں تو پھر فاسد مادوں کو جسم سے خارج کرنے کا موقع نہیں ملے گا اور اگر آپ سونے کے لیے یہی معمول برقرار رکھتے ہیں تو ایسی صورت میں زہریلے مادے جسم میں جمع ہوتے رہیں گے۔ رات میں دیر سے سونے اور دیر سے سو کر اٹھنے سے آپ کے جسم کو فاسد مادوں کو خارج کرنے کا موقع نہیں ملے گا اور آپ کا جسم اور بہت سے افعال نہیں کر پائے گا۔

رات 3 بجے سے صبح 5 بجے تک دورانِ خون کا زیادہ زور پھیپھڑوں پر ہوتا ہے۔ اس لیے آپ کے لیے اس وقت میں ورزش کرنا اور تازہ ہوا میں سانس لینا بہتر ہے اور آپ کے لیے زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ تہجد کی نماز پڑھیں جسم کو توانائی سے بھرنے کی کوشش کریں یہ وہ وقت ہوتا ہے جب ہوا ہر قسم کی آلودگی سے پاک بالکل تازہ ہوتی ہے۔ اور اس ہوا میں بے شمار منفی آین ہوتے ہیں جو صحت بخش سمجھے جاتے ہیں۔

صبح 5 سے 5 بجے کے دوران، خون بڑی آنت میں مرتکز ہوتا ہے اس وقت آپ کو فضلہ خارج کرنے کے لیے بیت الخلا کا رُخ کرنا چاہیے تاکہ فضلہ آپ کی بڑی آنت سے خارج ہو جائے اور آپ کا جسم دن بھر زیادہ غذائیت جذب کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔

صبح 7 سے 9 بجے تک خون کا زیادہ تر بہاؤ معدے کی سمت ہوتا ہے اس وقت آپ کو ناشتہ کرنا چاہئے۔ یہ آپ کے دن کا سب سے اہم کھانا ہوتا ہے اس بات کو یقینی بنائیں کہ ناشتے میں وہ تمام چیزیں شامل ہوں جن سے آپ کے جسم کو تمام مطلوبہ غذائیں مل جائیں۔ اگر آپ ناشتے کا ناغہ کریں گے تو آپ کو مستقبل میں صحت کے کئی مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس لیے ہمیں اپنی صحت اچھی رکھنے کے لیے جلدی سونے اور جلدی اٹھنے کی عادت بنانی چاہئے اور صبح کا ناشتہ بھرپور کرنا چاہئے۔ لیکن آج ہم اس کے برخلاف کرتے ہیں دیر سے سونا، دیر سے اٹھنا اور صبح کا ناشتہ بھرپور کرنے کی بجائے رات کا کھانا بھرپور کرتے ہیں جس کی وجہ سے صحت پر بہت مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ■■

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ

سعدیہ سلیم شمسی

دنیا میں صنف نازک کے خیال سے ایسے ایسے مضمون باندھے جاتے ہیں۔ جن میں دنیا بھر کی تشبیہات کو کسی ماہ جبیں پر وار دیا جاتا ہے۔ آنکھ کو نرگس، ہونٹ کو گلاب کی پنکھڑی، رخسار کو گلاب، قد کو سرو، گردن کو صراحی، چہرے کو کتاب اور زلفوں کو رات کہتے ہوئے شاعر کبھی نہیں تھکتا، اتنا ہی نہیں جنگ و جدل جیسے کھردرے موضوعات بھی صنف نازک کے ذکر سے خالی نہیں۔ عورت فضائے عالم کی وہ دلکش قوس قزح ہے جس کے ایک ایک رنگ سے زندگی کے سو، سو، سوتے پھوٹتے ہیں۔ عورت انسانی زندگی کا وہ بھاری پلڑا ہے جو ہمیشہ جھکا رہتا ہے۔ عورت ایک ایسی ہستی ہے جس کے سبب اس دنیا میں حسن اور رونق نظر آتی ہے۔ یہ بات بہت مشہور ہے کہ عورت کے بغیر گھر، گھر نہیں قبرستان نظر آتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح عورت کے بغیر یہ دنیا بے رونق اور ویران نظر آئے گی۔ شاید اسی لئے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بہت خوب کہا ہے:

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں

یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ عورت کی تخلیق چاند کی ٹھنڈک، شبنم کے آنسو، ستاروں کی ضوء فشانی، بلبل کے گیت، قمری کی بیقراری، چکور کا انتظار، گلاب کا رنگ، کوئل کی پکار، یاسمین کی نزاکت، سمندر کی گہرائی، آسمان کی رفعت، دریا کی روانی، کہکشاں کی چمک، زمین کا حسن، آہوں کی رحمدلی اور صبح کے نور کے امتزاج سے ہوئی۔ اس لیے یہ تمام خصوصیات عورت کی سرشت میں شامل ہیں۔ وہ سرتاپا محبت کا پیکر ہے تو وفا کی دیوی، ایثار و قربانی کا مجسمہ، انتہائی نازک لیکن وقت آنے پر سخت جان۔ ان تمام خوبیوں میں سب سے اہم خوبی ''محبت'' ہے۔ جب خدا نے عورت کو بنالیا تو فرشتوں نے عرض کیا کہ! آپ نے اپنی طرف سے اس اہم تخلیق میں کیا شامل کیا ہے تو خدا نے فرمایا۔ ''محبت''

یہ دنیا پوری کی پوری نعمت ہے اور اس میں سب سے اہم اور بڑی نعمت نیک اور صالح بیوی ہے۔ جس کے ذریعے خدا نے اس کے شوہر کو خوش نصیب بنایا۔ جس کے ذریعے بچوں کی صحیح تربیت ہوگی، اولاد صالح ہوگی تو گھر میں رونق آئے گی۔ وہاں سے شیریں گفتگو و عمدہ اخلاق و کردار اور حسن معاملہ کی کرنیں پھوٹیں گی اور وہ گھر مثالی ہوگا۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ چار چیزیں انسان کی خوش نصیبی کی علامت ہیں۔ (۱) نیک بیوی (۲) کشادہ مکان (۳) اچھا دوست، (۴) بہترین سواری۔ ساتھ ہی بزرگوں نے ہمیشہ انسان کو نیک بیوی کے انتخاب کی تلقین کی ہے۔ عورت خدا کی بڑی بڑی نعمتوں میں سے بڑی نعمت ہے۔ عورت ''ماں'' بھی ہے بہن بھی اور بیٹی بھی۔ عورت بچپن سے بھائی، بہنوں سے محبت کرتی ہے۔ زندگی کے ہر روپ میں عورت ایک مقدس اور اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اسکے مقدس کردار کی بدولت ہی ماں کے قدموں تلے جنت رکھی گئی ہے۔ سبھی رشتے پیدا ہونے کے بعد وجود میں آتے ہیں۔ لیکن ''ماں'' ایک ایسا رشتہ ہے جو پیدا ہونے سے پہلے وجود میں آتا ہے۔ لوگ شکل دیکھ کر محبت کرتے ہیں۔ لیکن ماں غائبانہ پیار و محبت کرتی ہے۔ دنیا کا کوئی رشتہ اس خلوص کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔

ایک ماں کی حیثیت سے عورت کا مطالعہ نہایت دلچسپ ہے۔ بچے پر ماں کے روپ میں عورت کا سایہ سب سے پہلے پڑتا ہے۔ ماں جب اپنے شیر خوار بچے کو سینے سے لگا کر لوریاں سناتی ہے اور اسکے ساتھ کھیلتی ہے ہر وقت اسکے ساتھ رہتی ہے۔ اس لئے ماں کی شخصیت کا اثر بچے کے کردار پر پڑتا ہے۔ گویا

ہماری زندگیوں پر سب سے پہلے سایہ بشکل ماں عورت کا پڑتا ہے۔فرانس کے انقلاب کے بانی نپولین بوناپارٹ کا کہنا ہے کہ:"مجھے بہترین مائیں دو میں تمہیں عمدہ نسل دے دوں گا"۔

اس بات سے سبھی بخوبی واقف ہیں کہ ایک عورت کے تعلیم یافتہ ہونے سے نسلوں کی نسلیں تعلیم یافتہ ہوجاتی ہیں۔بہتر شہری بننے کی تمام تر تعلیم گھر ہی سے حاصل ہوتی ہے۔عورتیں گھر کو توڑنے کا نہیں دلوں کو جوڑنے کا کام کرتی ہیں۔خاندان میں خلوص اور اتحاد عورت ہی کے سبب ہوتا ہے۔گھر میں سماجی اور مذہبی اقدار بھی عورت ہی کے ذریعے پروان چڑھتے ہیں۔جو بچے پیدائش کے بعد صرف مردوں کے ہاتھوں میں پلتے ہیں ان میں اور ماں کی آغوش میں پرورش پانے والے بچوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔کسی نے صحیح کہا ہے کہ عورت کا وجود انسانی تمدن کیلئے بے حد ضروری ہے۔اگر عورت نہ ہوتی تو مردوں کی زندگی جنگلی جانوروں سے بدتر ہوتی۔یہاں ایک واقعہ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

کسی فوجی کیمپ پر جرمن کے کچھ فوجی بہت دنوں سے تھے۔انکی داڑھیاں اور سر کے بال جنگلی گھاس کی طرح بڑھ چکے تھے مہینوں کپڑے نہ بدلتے اور نہ ہی نہاتے۔جنگل کی زندگی، طویل جنگ اور شہری زندگی سے دوری نے انہیں انسان سے جانور بنا دیا تھا۔کچھ عرصہ بعد اتفاق سے وہاں کوئی بڑا فوجی افسر آیا اور چند دن قیام پذیر رہا اس کے ہمراہ اسکی بیوی اور سالی بھی تھی۔دو عورتوں کی موجودگی نے کیمپ پر موجود تمام فوجیوں کو دو دن کے اندر چاق و چوبند کر دیا۔انہوں نے بال کٹوائے کپڑے بدلے اور چست و چالاک ہو گئے۔محض عورتوں کی موجودگی کے احساس نے انہیں تازہ دم کر دیا۔

یہ بات درست نہیں کہ عورت معاشرتی زندگی کی گاڑی کا ایک پہیہ ہے۔حقیقت میں گاڑی کے تمام پہیئے صرف مرد ہیں۔جبکہ عورت اس گاڑی کا انجن ہے۔بے شک زندگی کے تمام تر بوجھ مرد کے کندھوں پر ہیں۔لیکن اس وقت تک کوئی بھی مرد متحرک نہیں ہوتا جب تک ایک عورت اسکی ہمت افزائی نہیں کرتی اور اسکا ساتھ نہیں دیتی۔اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ ہر کامیاب آدمی کے پیچھے کسی عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔شہنشاہ جہانگیر کے پیچھے نور جہاں کا ہاتھ تھا۔

مکالمات فلاطون نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرار افلاطوں

آج کے گلوبلائزیشن کے دور میں تو عورت مردوں کے شانہ بہ شانہ کام کرتے ہوئے بھی اپنی گھریلو ذمہ داریاں نبھا رہی ہیں۔اندرا گاندھی، بے نظیر بھٹو، حسینہ واجد اور سونیا گاندھی جیسی عورتیں قومی سطح پر کام کرتے ہوئے بھی اپنی گھریلو ذمہ داریوں سے منہ نہیں موڑا۔آج عورت مرد کا برابری سے ساتھ دے رہی ہیں۔سکھ، دکھ اور باہر کی ذمہ داریوں میں بھی اپنے شریک حیات کا ہاتھ بٹا رہی ہیں۔آج کی عورت کے خیالات کو صفیہ اختر نے بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔

میں ان کا سکھی ہاتھ بٹا سکتی ہوں
حالات کو ہموار بنا سکتی ہوں
وہ بوجھ اٹھائیں گے اکیلے کب تک
میں خود بھی تو کچھ بوجھ اٹھا سکتی ہوں

مشہور ماہر نفسیات "فرائڈ" نے اپنے تمام تر مطالعہ کا یہی نتیجہ نکالا کہ: بالآخر عورت ہی ہے جسکے ہاتھوں میں بھٹکے ہوئے انسان کی غلطی کے ازالے کا راز موجود ہے۔وہ انسان جسے بہشت کے باغات میں عورت کی رہزنی کی بدولت ٹھوکر لگی۔اگر سنبھل سکتا ہے تو عورت ہی کی رہبری کے طفیل۔

عورت سے زیادہ خوبصورت تصنیف نہیں لکھی گئی اور عورت کا وجود ہی اس بات کی گواہی ہے کہ دنیا ایک حسین ترین باغ ہے جس میں یہ پھول کھلا ہے۔اگر شاعری دل کی فضاؤں کی ترجمان ہے تو عورت جانِ شاعری ہے۔اسی لئے عورت دنیا میں پیار و محبت کا "تاج محل" ہے۔عورت ایسی کتاب و ایسی تصویر اور ایسی داستان ہے جو تمام دنیا کی پرورش و تربیت کرتی ہے۔●●

تعزیت نامہ/ دعائے مغفرت

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلویؒ

برکۃ العصر حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنیؒ کے خلف ارشد، خانقاہ خلیلیہ سہارنپور کے روح رواں، ہزاروں علماء و صلحاء اور عوام کی اصلاح وتربیت کرنے والے قلندر صفت مردِ خدا شناس حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلویؒ ایک طویل علالت کے بعد عید الاضحیٰ ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۲/ اگست ۲۰۱۹ء بروز پیر پونے تین بجے دوپہر میرٹھ کے آنند اسپتال میں اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

پیر طریقت کی جسدِ خاکی سہارنپور لایا گیا جنازہ کی نماز جمعیۃ العلماء کے صدر استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا ارشد مدنی مدظلہ العالی نے پڑھائی اور ہزاروں مسلمانوں متعلقین ومتوسلین نے اپنی نم آنکھوں کے ساتھ مولانا کو سپرد خاک کیا اور تمام علمی اور خانقاہی دنیا میں ماتم کا ماحول ہوگیا اور مولانا کے لئے دعا ہونے لگی۔ جامعہ حسینہ عملہ پورٹمکور میں حضرت کے لئے مسلسل دعائیں کی گئیں اور حضرت مہتمم صاحب نے حضرت والا کے انتقال کو قوم وملت کے لئے بہت بڑا خسارہ قرار دیا۔

مولانا معاذ احمدؒ رشادی کا انتقال

دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور کے مہتمم حضرت حکیم الملت علیہ الرحمہ کے فرزند مفتی معاذ احمد سعودی رشادی کا بتاریخ 27/ اگست بروز منگل 2019 اچانک حرکت قلب بند ہونے سے انتقال ہوگیا۔ مفتی معاذ احمد صاحب اپنے والد کے انتقال کے بعد سبیل الرشاد کے عہدہ اہتمام پر بالاتفاق فائز ہوئے تھے آپ ادارہ میں شیخ الحدیث کے فرائض بھی انجام دے رہے تھے اور اپنے والد محترم کے نقشِ قدم پر چل رہے تھے۔ مولانا کے اچانک انتقال سے ابنائے سبیل الرشاد وشہر گلستان بنگلور کے علاوہ پوری ریاست وبیرون ریاست میں موجود آپ کے شاگردوں کی بڑی تعداد اور متعلقین محو حیرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائے اور ابنائے سبیل الرشاد کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

آپ کے انتقال کی خبر جیسے ہی موصول ہوئی جامعہ میں آپ کے ایصال ثواب کے لئے ایک مجلس منعقد کی گئی جس میں آپ کے لئے دعائے مغفرت اور تعزیت مسنونہ ادا کی گئی۔ اس موقعے پر حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا مفتی معاذ احمد رشادی کرناٹک کے لئے ایک علمی سرمایہ تھے جن کے چلے جانے سے ایک خلا پیدا ہوگیا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

دارالعلوم دیوبند کے مقبول استاذ علامہ جمال احمدؒ کا انتقال

مولانا علامہ جمال احمد صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے ایک مقبول ترین استاذ تھے، آپ کا درس طلبہ میں کافی مقبول تھا، آپ نے کئی کتابوں کی شروحات بھی تصنیف کی ہیں جن میں سے جمالین شرح اردو جلالین کو اللہ نے کافی مقبولیت عطا کی ہے، اصول الشاشی، مقامات حریری، جلالین، حسامی اور ہدایہ جیسی کتابیں آپ سے متعلق تھیں۔ مولانا کافی دنوں سے سخت علیل تھے، دو سال سے شوگر کافی زیادہ ہوگئی تھی۔ موصولہ اطلاعات کے مطابق مولانا علامہ جمال احمد کا میرٹھ میں اپنے گھر پر ہی انتقال ہوگیا تھا۔ بعد میں ان کے جسد خاکی کو دیوبند لایا گیا جہاں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کی مغفرت فرمائے، متعلقین واہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

آپ کے انتقال کی خبر سن کر جامعہ حسینیہ میں آپ کے لئے دعائے مغفرت اور تعزیتی اجلاس منعقد کیا گیا۔

سید نصر اللہ صاحب متولی مدنی مسجد شیموگہ کا انتقالِ پرملال

جناب بھائی سید نصر اللہ صاحب متولی مدنی مسجد شیموگہ و امیر جماعت ضلع شیموگہ ابھی چند دن پہلے انتقال کر گئے۔ آپ بہت ہی متحرک وفعال انسان تھے، حضرت مولانا محمد قربان اسعدیؒ کے بہت ہی قریبی تھے۔ حضرت مہتمم صاحب نے جیسے ہی ان کے انتقال کی اطلاع پائی اپنے رفقاء مولانا شمشاد علی قاسمی، مولانا صغیر صاحبان کے ساتھ ان کی تعزیت مسنونہ کے لئے ان کے گھر شیموگہ تشریف لے گئے ان کے صاحب زادے سے ان کی تعزیت پیش کی۔ مرحوم سید نصر اللہ صاحب نہایت ہی خوش اخلاق، ملنسار اور ہر دل عزیز انسان تھے۔ ان کے چلے جانے سے دعوت وتبلیغ کے میدان میں ایک خلا پیدا ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد سے جلد ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور ان کے نیک کاموں کو قبول فرمائے۔ آمین۔ ادارہ ان کی مغفرت کے لئے دعا گو ہے۔

حاجی نعیم صاحب سرا گیٹ لئے دعائے مغفرت

عالی جناب حاجی نعیم صاحب سرا گیٹ مالک کارہیون کا ابھی چند روز قبل انتقال ہوگیا۔ حاجی نعیم صاحب مرحوم کا حضرت مہتمم صاحب اور مدرسہ حسینیہ سے گہرا تعلق تھا۔ حاجی صاحب بہت ہی نیک دل انسان تھے۔ دینی اداروں کی بھی مدد کیا کرتے تھے۔ ادارہ مرحوم حاجی صاحب کے لئے ان کی مغفرت اور جنت الفردوس میں بلند درجات کی دعا کرتا ہے۔ اور ان کے لواحقین سے تعزیت مسنونہ ادا کرتا ہے۔ حاجی صاحب کے لئے اور اسی طرح دیگر مرحومین کے لئے ادارے میں ایصال ثواب کرادیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین ومرحومات کی مغفرت فرمائے اور ان کے لئے جنت الفردوس مقدر فرمائے۔ آمین

مولانا نثار احمد قاسمی کے خسر محترم کا انتقال پرملال

مولانا نثار احمد قاسمی کے خسر محترم اور حافظ رکن الدین عرف پپو کے والد محترم کا ۳۱/ اکتوبر ۲۰۱۹ء بروز جمعرات فجر سے پہلے وضو بنا کر اذان دینے کے لئے مسجد جارہے تھے کہ اچانک مسجد میں ہی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ مرحوم ایک فوجی ریٹائرڈ دین دار انسان تھے۔ اپنے ایک صاحبزادے اور ایک صاحب زادی کو دینی تعلیم سے آراستہ کرایا تھا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

جامعہ عربیہ حسینیہ (ٹرسٹ) عملہ پور ٹمکور

ریاست کرناٹک کا ایک عظیم الشان معتبر دینی ادارہ ہے

جدید دارالاقامہ

جدید دارالاقامہ

Only private circulation

AL-QURBAN

Urdu Quarterly Magazine

جامعہ عربیہ حسینیہ (ٹرسٹ) عملہ پور ٹمکور

ریاست کرناٹک کا ایک عظیم الشان معتبر دینی ادارہ ہے

JAMIA HUSAINIA (Trust)

Madani Nagar, Madugiri Road, Amlapur, Tumkur - 06 (Karnataka)

Designed & printed by:
SCHOLARS MULTI SERVICES
Mob: 9341378921/9341378953